قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا

ترجمہ

کہہ دے کہ بے شک حق ظاہر ہوا اور باطل مِٹ گیا
کیونکہ باطل واقعی مِٹنے والا ہے

تحقیقُ الحق فی کلمۃِ الحق

(مترجم)

تصنیفِ لطیف

زُبدۃُ الفقراء الصّادقین و العُلماء المحقّقین حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قدس سرہ العزیز

○

بایماء

حضور معدنِ صدق وصفا مخزنِ حلم وحیا سیّدنا حضرت پیر غلام مُحی الدّین شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بتصحیح وترجمہ

مولانا مولوی عبدالرّحمٰن صاحب بنگوی و مولانا مولوی فیض احمد صاحب صدر مدرّس جامعہ غوثیہ گولڑا شریف

○

باہتمام

جناب سیّد پیر غلام مُعین الدّین شاہ صاحب و سیّد پیر شاہ عبدالحق شاہ صاحب مدظلہما العالی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

بار سوم

مقامِ اشاعت ــــــ گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد
تاریخِ اشاعت ــــــ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ، جون ۱۹۹۷ء
تعداد ــــــ دو ہزار

خطاطی ــــــ خوشی محمد ناصر قادری خوش نویس خوش رقم جالندھری
ــــــ تلمیذ پرویں رقم، ۳۰۔ ایس ۱۵۔ بنک کالونی سمن آباد لاہور ۲۵

مطبوعہ ــــــ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،
جی ٹی روڈ۔ باغبانپورہ۔ لاہور۔ ۵۴۹۲۰
فون : ۶۸۱۴۳۳۹ ، ۶۸۶۴۱۶۴ ، ۶۸۶۵۰۱۰

ہدیہ ــــــ ۱۱۰ روپے

مہر علی شاہ گولڑویؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "غیر شرعی رسومات سے خواجہ صاحبؒ کو بڑی نفرت تھی۔ ان کے ملفوظات میں جگہ جگہ اتباعِ سُنّتِ نبوی ؐ کی تلقین ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے شریعت نبوی ؐ کی پیروی سے بڑھ کر کوئی فخر نہیں ہو سکتا"۔ نیز لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے نظریہ "وحدت الوجود" پر جس قدر آپ کو عبور تھا اس صدی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔" اتباعِ سُنّتِ نبوی ؐ کی ایک اِس درجہ شیفتہ شخصیت سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وُہ کسی غیر شرعی نظریہ میں کسی دُوسرے کا مقلّد ہونا گوارا کرے۔ چنانچہ یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ پُوری بصیرت اور گہری چھان بین کے بعد ہی حضرت گولڑویؒ نے حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود کو قبول کیا۔ آپ ایک طرف سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے تو دُوسری طرف نسبی اَور رُوحانی دونو لحاظ سے حضرت پیرِ پیراں غوثیّت مآب سیّدنا عبد القادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی گہرا تعلق رکھتے تھے جن کے اتباعِ سُنّت پر ایک عالم گواہ ہے حتّٰی کہ شیخ ابنِ تیمیہ بھی، جو صُوفیائے کرام کے بارے میں متشدّد مشہُور رہیں، حضرت گیلانیؓ کے نہایت درجہ مدّاح تھے۔ جیساکہ شیخ ابراہیم عبد الغنی دروبی نے اپنی کتاب "المختصر[1] فی تاریخ شیخ الاسلام سیّدنا عبد القادر الگیلانی" قدس سرّہٗ میں مستند ذرائع سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے جو باہتمام حضرت السیّد طاہر علاء الدین القادری الگیلانی کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ اور اس کی تائید مزید اس بات سے ہوئی کہ بغداد شریف میں واقع مکتبۃ المثنّٰی سے ایک کتاب ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی، جس کا نام شرح کلمات الشیخ عبد القادر الگیلانی من فتوح الغیب ہے اور اس کے مؤلف شیخ ابنِ تیمیہ ہیں جس میں حضرت گیلانیؓ کے کلام کی شرح اور ان کی مدح کی گئی ہے۔ شاید اسی وجہ سے برِّصغیر کے دو مشہور اہلِ علم حضرت گیلانیؒ کا ذکر اپنی کتابوں میں نہایت احترام سے کرتے ہیں میری مُراد علّامہ سیّد ابُو الاعلیٰ مودُودی مرحُوم اور علّامہ سیّد ابُو الحسن ندوی سے ہے جو شیخ ابنِ تیمیہ کے بھی مدّاح ہیں۔ چنانچہ علّامہ ندوی تاریخ دعوت[2] وعزیمت حصّہ چہارم صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں: "مشائخ طریقت اور ائمۂ حقیقت میں شریعت کے سب سے بڑے حامی و ناصر سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہُوتے ہیں۔ ان کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندیٔ سُنّت اور اتباعِ شریعت پر تھا اور اُن کی پُوری زندگی اسی کا جلوہ و نمُود تھی"۔ حضرت گیلانیؒ کے مشہُور ترین مقالات فتوح الغیب علّامہ ندوی کے اِس قول کی بیّن دلیل ہیں۔ ایک دُوسرے مقالہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اتّبعوا ولا تبتدعوا یعنی شریعت کا اتباع کرو اور اپنی طرف سے اختراع نہ کرو۔ ایک اور مقام میں فرماتے ہیں کہ کتاب وسُنّت سے تمسّک میں سلامتی اور ان کے چھوڑنے میں ہلاکت ہے۔ آپ کی اس کتاب کا ترجمہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبد الحق محدّث دہلویؒ نے فارسی میں کیا اور اب اُردُو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

غُنیۃ الطّالبین بھی حضرت شیخ گیلانیؓ کے افادات میں شمار کی جاتی ہے اور اِسی وجہ سے برِّصغیر کے مشاہیر علمائے کرام حضرت شاہ عبد الحق محدّث دہلویؒ اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی نے اِس کے فارسی تراجم کیے اور اب اُردُو تراجم بھی عام ملتے ہیں۔ اِس کتاب میں آپ نے اِسلامی احکام و اخلاق اَور اُمّتِ مُسلمہ کے مختلف فرقوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور صحابۂ کرام کی شان میں گُستاخی کرنے والوں کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں پُرزور مذمّت فرماکر اُن کے ساتھ میل جول سے پرہیز کا حکم دیا ہے۔ نیز طریقت کو شریعت کے تابع ہونے پر زور دیتے ہوئے یہاں تک فرمادیا کہ جو چیز بھی شرع کے خلاف ہے گمراہی ہے۔

---

[1] المختصر فی تاریخ شیخ الاسلام سیّدنا عبد القادر الگیلانی ص ۱۳

[2] تاریخ دعوت وعزیمت حصّہ چہارم، دُوسرا ایڈیشن ص ۲۴۳

اِس مقدمہ کے آخر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

زیرِ نظر مقدمہ میں سب سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر امُور سے پہلے قائلین "وحدت الوجود" کے مشہور پیشوا حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد ابن علی عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ ذکر کر دیا جائے۔ اِس سلسلہ میں حضرت مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کے تیسرے ملفوظ میں ہے کہ حضرت ابن عربیؒ حضرت السیّد شیخ الاسلام عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے رُوحانی فرزند ہیں۔ آپ کے والد حضرت علی عرب نے (جو مشہور سخی حاتم طائی کے قبیلہ بنی طے سے تھے) حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرزند کی پیدائش کے لیے دُعا کی درخواست کی تھی کیونکہ اُن کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ حضرتؓ نے اُنھیں فرمایا میری پُشت سے پُشت ملائے۔ میری صُلب میں ایک فرزند باقی ہے وہ تمھیں بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ فتوحاتِ مکیہ میں جب حضرت گیلانیؓ کے فضائل و کمالات کا ذکر کرتے ہیں تو حضرت کے اسمِ گرامی کے ساتھ "شیخنا" یعنی "ہمارے شیخ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ کی ولادت حضرت گیلانیؓ کی وفات سے صرف دو سال قبل ۵۵۸ھ میں ہوئی تھی، تاہم رُوحانی فیوض و برکات کے حصُول کے لیے ظاہری ملاقات ضروری نہیں۔ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ اِس پر گواہ ہے کہ ظاہری زیارت نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کی ذاتِ گرامی سے آپ کو اتنا گہرا تعلق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کی اُن سے ملاقات ہو تو اُن سے میری اُمّت کے لیے دُعائے مغفرت کرانا اور یہ کہ وُہ تابعین یعنی صحابہ کرامؓ کے بعد سب سے بہتر ہیں۔ اِس کے علاوہ آپ کی فضیلت میں دیگر روایات بھی ہیں۔ مذکورہ حدیث مسلم شریف کی کتاب الفضائل میں موجود ہے۔

علوم و اسرار کی جو نعمت حضرت ابن عربیؒ کو عطا ہوئی اُس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ نے نفحات الانس میں آپ کی تصانیف پانچ سو کے قریب لکھی ہیں جو تفسیر و حدیث اور تصوّف کے علاوہ اُس دور کے دیگر مروّجہ علوم سے بھی متعلق تھیں۔ مصر کے مشہور فلسفی ڈاکٹر عفیفی نے لکھا ہے کہ ایک مغربی مصنّف براکلمان نے ایک فہرست مرتّب کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر کی ڈیڑھ سو کتابیں اِس وقت بھی دستیاب ہیں۔ اسلامک انسائیکلوپیڈیا میں ستائیس۲۷ مطبوعہ کتابوں کے نام درج ہیں جن میں فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت شیخ اکبرؒ اسپین کے مشہور شہر مُرسیہ میں رمضان المبارک ۵۵۸ھ (جولائی ۱۱۶۵ء) میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں تعلیم کے لیے اشبیلیہ تشریف لائے جو اُس وقت علوم کا مرکز تھا۔ پھر قرطبہ وغیرہ بلادِ مغرب میں متعدّد مشائخ کرام و عُلماء سے مُلاقات کا اتفاق ہُوا اور اِسی دَور میں علامہ ابن رُشد سے بھی مُلاقات ہوئی۔ تقریباً اڑتیس برس کے بعد مصر، حجازِ مقدّس، بغداد شریف اور ایشیائے کوچک تشریف لائے جو اسلامی علوم و تصوّف کے مراکز تھے۔ اِن ممالک میں بھی تقریباً چالیس برس گزارے اور تصنیف و تالیف اَور تدریس میں مصروف رہے۔ آخر عمر میں شام میں قیام فرمایا اَور وہیں ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دمشق میں مزارِ مبارک مشہور ہے۔

اب حضرت مؤلفؒ یعنی سیّدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے متعلق ایک محقّق سیرت نگار کے چند تاثرات بھی ملاحظہ ہوں:- جناب خلیق احمد نظامی، اُستاذ شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اپنی مشہور کتاب "تاریخ مشائخ چشت"[1] میں حضرت مولانا خواجہ سیّد پیر

۱؎ طبقات امام شعرانی و تاریخِ مشائخ چشت (تذکرہ شیخ ابن عربی)

شیخ ابنِ تیمیہ کی طرف غلط نسبت کرنے کو قبول کیا جاسکتا ہے تو حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کی طرف بعض چیزوں کی غلط نسبت بوجہ کم فہمی یا غلط فہمی کا فقط محلِ تعجب نہ ہونا تو کیا صُوفیاء کرام کے مخالفین سے ایسی باتوں کا صادر ہونا ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ چنانچہ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ جنہوں نے اتّباعِ سُنّت پر زور دیتے ہوئے حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے اصطلاحات کو چھوڑ کر تصوّف میں نئی اصطلاحات مقرر کیں اور وحدتِ وجُود کی تعبیر وحدتِ شہُود سے کی، اُن کے خلاف بھی مخالفین نے بقول علّامہ ندوی باقاعدہ مہم چلائی اور عرب و عجم کے بعض علماء نے ان پر بھی تکفیر و تضلیل کا فتویٰ صادر کر ہی دیا۔ جس کا یہ جواب بھی علّامہ ندوی نے بعض عُلمائے حرمین شریفین سے نقل کیا ہے کہ "حضرت مجدّدؒ کی تکفیر صرف تصوّف کی اِصطلاحات و نظریات کے صحیح طور پر نہ سمجھنے یا غلط سمجھنے کی بنا پر ہوسکتی ہے جو اُنہوں نے استعمال کیے ہیں[1]۔

یہاں تک کہ سُہروردیہ فاؤنڈیشن ۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور کے ایک مشہُور رسالہ سُہروردیہ سلسلہ نمبر ۸ میں تو شیخ ابنِ تیمیہ پر ایک مضمون کے سلسلہ میں ایک مغربی محقق کی کتاب سے نقل کرتے ہُوئے اِس حد تک لکھّا گیا ہے کہ ابنِ قیم الجوزیہ نے اپنے اُستاد (یعنی شیخ ابنِ تیمیہ کے بارے میں ان آراء سے تائب ہونے کی شہادت دی ہے) بصورتِ صحتِ روایت واضح ہو گیا کہ شیخ ابنِ تیمیہ کی جو رائے اور فتویٰ شیخ ابنِ عربیؒ کے مسلک توحیدِ وجُودی کے خلاف تھا۔ آخر کار وُہ اس سے تائب ہو گئے غالباً اُنہیں بعد میں یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ شیخ ابنِ عربیؒ کے خلاف جو چیزیں پہلے ان تک پہنچیں وُہ ان کی طرف غلط منسُوب کی گئی تھیں اور شیخؒ کا مسلک حلُول و اتّحاد کے عقیدہ سے مبرّا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صحیح تاویل اور معانی بعد میں مُنکشف ہو گئے ہوں۔

اور یہی معاملہ حضرت شیخ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ حادث و قدیم عبد و معبُود کو ہرگز متّحد نہیں سمجھتے تھے نہ حلول کے قائل تھے۔ آپ کی عمُر کے آخری دَور کی کتاب فتوحاتِ مکیہ باب ۳۶۹ میں ہے۔ فالوجود الحادث والقدیم مربوط بعضہٗ ببعض ربط الاضافۃ والحکم لا ربط العین یعنی حادث مخلوق اور خالق قدیم کا آپس میں معنوی تعلق ہے عینی اور خارجی نہیں۔

اِسی جلد کے باب ۱۰۱ میں ہے۔ فاعرف عبودیتك واعرف قدرك۔ اپنی بندگی اور قدر پہچان۔

نیز اسی جلد کے باب ۳۶۷ میں ہے۔ عَلِمْتُ انی عبد محض مَا فِیّ من الربوبیۃ۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں محض بندہ ہُوں مجھ میں رب ہونے کی ذرا بھی کوئی بات نہیں۔

باب ۳۵۱ میں ہے۔ فالرب رب والعبد عبد فلا تغالط ولا تخلط۔ رب تعالیٰ ہی رب ہے اور بندہ بندہ ہی ہے مغالطہ مت کھا اور خلط ملط نہ کر۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے فتوحات کی تلخیص اور نہایت اختصار کر کے ایک کتاب مرتّب کی جس کا نام الکبریت الاحمر فی علوم الشیخ الاکبر ہے اور اُن کی کتاب الیواقیت الجواہر کے حاشیہ پر مصر میں طبع ہوئی ہے۔ چنانچہ الیواقیت جلد ثانی صـ۱۳۷ کے حاشیہ پر فتوحات جلد چہارم کے آخر سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرتِ شیخ کی طرف حلُول و اتّحاد منسُوب کرنا افترا ہے۔

وما قال بالاتحاد الا اهل الالحاد وما قال بالحلول الا اهل الجهل والفضول۔

خالق اور مخلُوق کے اتحاد کے قائل مُلحد اور بے دین ہیں اور حلُول کے قائل جاہل اور فضُول لوگ ہیں۔

یہ فقط مُشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے مخالفین کے ردّ میں بڑے بڑے اکابر عُلماء و مُحدّثین بہت کچھ لکھ

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت حصّہ چہارم دُوسرا ایڈیشن، صفحہ ۲۸۲

www.faizaneislam.weebly.com

خلیق احمد نظامی صاحب نے بھی حضرت گیلانیؒ کی دینی خدمات اور آپ کے فضائل و کمالات کو نہایت عمدہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ مزید برآں حضرت ابن عربیؒ کے تذکرہ میں اُن کے نظریۂ "وحدت الوجود" کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے حضرات مشائخ چشتیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ہمارے مشائخ نے اِس نظریہ کے ذریعے دُوسری قوموں کے مزاج کو پہچانا، اُن کے مذہبی اور سماجی حالات کو پرکھا، اور پھر اسلام کے زرّیں اصُولوں کو اُن تک پہنچانے کی کوشش کی۔" مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی بالغ نظر نے اِسلامی تاریخ کے اِس راز کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اِسلام کی ترویج و اشاعت میں فلسفۂ "وحدت الوجود" کو بڑا دخل رہا ہے[1]۔" اور علامہ ندوی نے بھی اپنی کتاب مذکور کے حِصّہ چہارم ص۲۶۹ میں حضرت ابنِ عربیؒ کی اِن الفاظ میں تعریف کی کہ "وہ غایت درجہ متبعِ سُنّت، مُجاہد، زاہد، مرتاض و مجاہد اور نفس سے شدید محاسبہ کرنے والے، مکائدِ شیطان اور غوائلِ نفس سے بدرجۂ تمام واقف تھے[2]۔ اور حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ کے مکتوبات حِصّہ اوّل سے بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت شیخ اکبرؒ کے بارے میں فرمایا۔ یہ فقیر شیخ کو مقبولین میں سمجھتا ہے[3]۔ اِس کے بعد ایک اَور مکتوب کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ شیخ محی الدین مقبولینِ حق میں نظر آتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و محبوب وُہی ہوسکتا ہے جو حسبِ ارشادِ الٰہی فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کا متّبع ہو اور یہ محال ہے کہ متّبع سُنّت اور مقبولِ حق بھی ہو اور نعوذ باللہ اس کے عقائد و اعمال خلافِ شرع بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیّت کا پتہ مقبولانِ حق کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے جس کا ظاہری سبب اِتّباعِ سُنّت ہے۔

مندرجہ بالا شہادت اُن حضرات کی ہے جو حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے ساتھ بعض نظریات میں کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ رہے آپ کے ساتھ متفق مشائخ و عُلماء، تو اُن کی تعداد کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ خود علّامہ ندوی لکھتے ہیں کہ اِس مسئلہ (وحدتِ وجُود) کا اثر شیخ اکبرؒ کے زمانہ کے بعد اِتنا ہمہ گیر بلکہ عالم گیر تھا کہ کہا جاسکتا ہے کہ صُوفیا، فلاسفہ اور شعراء میں نوّے فی صد اس کے قائل یا اس سے مرعُوب ہو کر اس کے ہمنوا بن گئے[4]۔

علّامہ ندوی کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اُمّتِ مُسلمہ کے اہلِ علم و تصوّف کی اکثریّت وحدتِ وجُود کی قائل تھی تو ایک تھوڑی تعداد نے اگر فروعی اختلاف کیا جن میں حضرت مجدّد صاحبؒ مشہور ہیں، تو وہ بھی حضرت شیخ ابن عربیؒ کو مقبولانِ حق سے سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر جن لوگوں نے حضرت شیخ سے اصُولی اختلاف بلکہ مخالفت کرتے ہوئے اِس حد تک غلو کیا کہ وحدتِ وجُود کا نظریہ رکھنے والی اکثریّت کی تضلیل و تکفیر تک جا پہنچے اور اُمّتِ مُسلمہ کی اتنی بھاری اکثریّت کے خلاف اس قدر خطرناک ذمّہ داری اُٹھانے کی جرأت کی تو وحدتِ وجُود کے مخالفین شیخ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے خلاف اُن کی تضلیل و تکفیر کرنے والے علماء کی بھی کمی نہیں جس کے جواب میں علّامہ ندوی کو یہ لکھنا پڑا کہ "شیخ ابنِ تیمیہ کے ساتھ شروع سے اُن کے معاصرین اور متّبعین کا جو معاملہ رہا ہے اس کی بنا پر یہ بات قطعاً محلِ تعجب نہیں کہ ان کی طرف بھی اقوالِ کُفریہ اور اہانت آمیز مضامین کا ایک طومار منسُوب کردیا گیا ہو اور بہت سے مخلصین اور اہلِ حمیّت علماء اس سے متاثر ہو کر اُن کی مخالفت بلکہ تضلیل و تکفیر پر آمادہ ہو گئے ہوں[5]۔" لہٰذا بقولِ علّامہ ندوی اگر

۱۔ تاریخ دعوت و عزیمت حِصّہ چہارم دُوسرا ایڈیشن، صفحہ ۲۶۹

۲۔ " " " " " " ۲۸۲

۳۔ " " " " " " ۲۶۴

۴۔ " " " " " " ۱۷۴

۵۔ " " " " " " ۱۷۴

والے بعض عُلمائے ظاہر کی باتوں کو پڑھ کر حضرت شیخؒ کے خلاف ہی نہیں بلکہ نظریۂ وحدت الوجود کے قائل بے شمار کاملین صوفیائے کرام متّبعینِ شریعت کے خلاف بھی نازیبا باتیں کہہ دیتے ہیں۔ اور اِس طرح ایک طرف اُمّتِ مُسلمہ میں اِنتشار کا مُوجب بنتے ہیں، اور دُوسری طرف ایسی شخصیّتوں کے خلاف اِلزام تراشی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں حالانکہ موجُودہ دَور کے اکثر معترضین کی علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ اپنے متقدّمین عُلماء کے ظاہری علوم پر مشتمل کتابیں اُن کے اُردو تراجم کے بغیر مشکل سے سمجھ سکتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے کلام کو کیا سمجھیں گے جس کا تعلّق باطنی علُوم و اسرار سے ہے۔ چنانچہ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ کی عبارتوں پر اعتراض کرنے والوں کا ذکر گزر چکا ہے جب کہ اُن کی کتابیں حضرتِ شیخِ اکبرؒ کی کتابوں کی نِسبت نہایت آسان ہیں۔ بہر حال حضرت شیخؒ پر بھی یا تو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بنا پر اِعتراض کیا تھا یا حضرتِ شیخؒ کی مقبُولیتِ عامہ پر حسد کرنے والوں نے حضرتِ شیخؒ کا مسلک ایسے رنگ میں پیش کیا جو مُوجبِ اِعتراض تھا حالانکہ خود شیخؒ کا وُہ مسلک نہ تھا مثلاً بعض لوگوں نے قائلینِ وحدت الوجود پر بغیر تحقیق یہ الزام عائد کر دیا کہ وُہ مخلوق کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت گولڑویؒ نے اِسی کتاب میں حضرت شیخؒ کی مشہور کتاب فتوحاتِ مکیہ کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام میں مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگرچہ بغرضِ اکرام و تعظیم ہی کیوں نہ ہو۔ اور کسی درجہ میں مخلوق کو مستقل متصرّف سمجھ کر سجدہ کرنا تو اِس کی عبادت ہے جو بالاتفاق شرک ہے۔ چنانچہ حضرت گولڑویؒ نے اپنی آخری تصنیف "تصفیہ مابینِ سُنّی و شیعہ" کے آخر میں جس میں حضرات صحابۂ کرامؓ و اہلِ بیتِ عظامؓ کے فضائل و کمالات کے ساتھ ساتھ خلافتِ راشدہ کی حقانیّت کو بھی پُرزور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ سُورۃ مائدہ کی آیت ۷۷ کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت شیخ ابنِ عربیؒ کے حوالہ سے غلوّ اور حد سے تجاوُز کے خطرناک نتائج سے متنبّہ فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ غلوّ چاہے دین میں ہی ہو مُوجبِ ضلالت و گمراہی ہے حتّٰی کہ محبّتِ اہلِ بیتؓ و مقبولانِ خُدا، جو مُوجبِ کمالِ ایمان ہے، اگر اس میں بھی غلوّ اِس حد تک پہنچ جائے کہ صحابۂ کرامؓ سے بغض و عداوت ہو جائے یا بقولِ بعض خدا تعالےٰ اور رسُول و جبریل علیہم السّلام تک اِس قدر گُستاخی کی نوبت آجائے کہ صحابۂ کرامؓ پر اہلِ بیتِ عظامؓ کے مقدّم ہونے کے بارے میں کوئی آیت کیوں نازل نہ ہوئی یا اِنہی مقبُولانِ خُدا کو معبُود بنا لیا جائے یا مُستقل یعنی بغیر اِذنِ الٰہی انہیں تصرّف کرنے والا یا تصرّف میں خُدا کا شریک سمجھ لیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جس طرح دُنیا کے بادشاہ اپنے نائبین کے بغیر سلطنت کا اِنتظام نہیں چلا سکتے۔ خُدا تعالےٰ بھی اپنے مقبُول بندوں کے بغیر انتظام نہیں کر سکتا اور ان کی بات ماننے پر مجبُور ہے، تو یہی محبّت مُوجبِ شرک ہوگی اور ایسا مُحِبّ مُشرک اور ناقابلِ مغفرت ہو جائے گا۔"

حضرت کے مذکورہ ارشادات پر سُورۃ مائدہ کی مذکورہ آیت کے علاوہ جس میں اہلِ کتاب کو غلوّ سے روکا گیا ہے، سُورۃ توبہ کی آیت ۳۱ بھی واضح دلالت کرتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر اپنے عُلماء و فقراء کو اور (حضرت) مسیح بن مریم علیہما السّلام کو بھی رب اور خُدا بنا لیا حالانکہ انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ فقط ایک معبُود (برحق) کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ رُوح المعانی وغیرہ تفسیروں میں یہ حدیث منقول ہے کہ یہ آیت سُن کر ایک صحابی حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے پُوچھا کہ وُہ لوگ عُلماء اور فقراء کی عبادت تو نہیں کرتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا وُہ لوگ اُن کے کہنے پر خُدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال نہیں سمجھ لیتے تھے؟ عرض کیا گیا کہ ٹھیک ہے۔ تب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بس یہی اُن کی عبادت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دُوسروں کو شریک کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اُنہیں تمام صفاتِ اِلٰہیہ میں شریک بنایا جائے بلکہ اطاعت و محبّت میں اِس حد تک غلوّ ہو کہ اللہ تعالےٰ اور انبیاء علیہمُ السّلام کے واضح ارشادات کو چھوڑ کر دُوسروں کو ترجیح دی جائے تو یہ بھی شرک ہے۔

چکے ہیں حضرت امام شعرانیؒ نے متعدد مشاہیرِ اہلِ اسلام کے نام دیئے ہیں اور امام فخر الدین رازیؒ، شیخ الاسلام عز الدینؒ اور امام ذہبیؒ سے بھی شیخ اکبرؒ کی مدح وثنا نقل فرمائی۔

اِس تفصیل کے بعد یواقیت کی ابتدا میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ جیسے محدث ومفسر کی شخصیت سے کون واقف نہیں۔ اُنہوں نے اپنی کتاب تنبیہ الغبی لتبریۃ ابن العربی میں مصر کے شیخ بقاعی کے اُن اعتراضات و الزامات کا مؤثر اور کافی رد کیا ہے جو اُس نے حضرت شیخ ابن عربیؒ پر عائد کیے تھے۔ ملفوظاتِ مہریہ کے چوتھے ملفوظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجذوب بزرگ نے حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ دہلوی کے مزار پر مراقبہ کی حالت میں دیکھا کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ کی کتابوں فتوحات اور فصوص الحکم کا درس دے رہے ہیں۔ اُنہوں نے حضرت شیخ کی عبارت اوجد الاشیاء ھو عینھا کے بارے پوچھا کہ اِس سے خالق ومخلوق کا ایسا اتحاد مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا موجد ہے اور اُن کا عین ہے۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے جواب میں قدرے تامّل فرمایا تو حضرت شیخ ابن عربیؒ کی رُوح جلوہ گر ہوئی اور فرمایا کہ یہ جواب کیوں نہیں دیتے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ خالق عین ہے یہ نہیں کہا کہ اشیاء خالق کا عین ہیں۔ اِس کی مزید تشریح حضرت گولڑویؒ کے تیسرے ملفوظ میں یوں فرمائی گئی ہے کہ عین کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ جیسے کہا جاتا ہے یہ چیز اپنی عین ہے مثلاً انسان انسان ہے۔ اور دُوسرا معنی ہے مابہ القوام یعنی وُہ چیز جس کے ذریعہ کسی شے کی ہستی اور بقا ہو۔ اور یہاں یہی معنی مُراد ہے نہ کہ پہلا۔ لہٰذا ھو عینھا کا مطلب یہ ہوا کہ واجب وحق تعالیٰ کا تعلق مخلوق سے قطع نظر کرتے ہوئے مخلوق کا فی نفسہٖ کوئی وجُود نہیں کیونکہ مخلوق ممکن ہے جس کا وجُود وعدم یکساں ہے۔ اِس کی مزید وضاحت کے لیے ملفوظاتِ مہریہ کے سترھویں[1] ملفوظ سے مندرجہ ذیل اقتباس مُلاحظہ ہو:۔

"حضرت شیخ ابن عربیؒ کے نزدیک عالم یعنی مخلوق من کلّ الوجوہ عین نہیں چنانچہ اِس امر پر مواضع کثیرہ میں تشریح وتصریح فرمائی ہے کہ عالم کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہے جیسے آئینہ میں نظر آنے والی صورت کا تعلق ہے۔ چنانچہ اِس صُورت کو نہ صُورت والی چیز کا عین کہا جاسکتا ہے نہ غیر۔"

اِس کے بعد بعض متاخرین صُوفیاء کا کلام بطور مثال پیش کرتے ہوئے آپ نے اِس امر کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ خالق ومخلوق میں عینیّتِ محضہ ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ گدڑی میں فقیر اور ریشم میں بادشاہ وُہی ہے یا اِس قِسم کے بعض اشعار حقیقت پر محمول نہیں بلکہ ایسی کلام مجاز اور تسامح پر محمول ہوگی۔ جیسے مجازاً شیشہ کے اندر نظر آنے والی چیز کے بارے میں یُوں کہا جاتا ہے کہ مثلاً یہ زید ہے حالانکہ زید تو باہر موجود ہے اسے صُورت سے محض ایک تعلق ضرور ہے ورنہ شیشہ میں زید نہ حلول کیے ہُوئے ہے نہ داخل ہے نہ عین۔

نظریہ "وحدت الوجُود" کی مندرجہ بالا تشریح ایک ایسی شخصیّت کی طرف سے کی گئی ہے جن سے چودھویں صدی ہجری کے مشہور فلسفی اور مفکرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے اپنے اگست ۱۹۳۳ء کے ایک خط میں حضرت شیخ اکبرؒ کے نظریہ کی وضاحت کے سلسلہ میں رجُوع کیا تھا۔ اِس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں ڈاکٹر صاحب مرحوم حضرت شیخ ابن عربیؒ کو ایک بلند پایہ مُفکر سمجھتے تھے وہاں اُن کے نظریات پر عبُور کے متعلق حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے دَور میں عدیم المثال تصوّر کرتے تھے۔ یہ خط مکاتیبِ اقبالؒ جلد اوّل کے حوالہ سے حضرت گولڑویؒ کی مشہور سوانح حیات مہرِ مُنیر اور آپ کے ملفوظات اور تاریخ مشائخ چشت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہاں اِس خط کا حوالہ دینے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جو لوگ تصوّف کی ابجد سے بھی واقف نہیں وُہ محض حضرت شیخؒ کے ساتھ اختلاف رکھنے

---

[1] ملفوظاتِ مہریہ ص۳۲

بارے میں یہی انداز اور نظریہ پیشِ نظر رکھا ہے ، اور اپنی اس کتاب میں اس مسئلہ کی تشریح فرماتے ہوئے ، اس نقطہ کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جسے شاہ صاحب لکھنوی ؒ نے مختلف انداز میں بیان فرماکر تمام اُمت مسلمہ کے لیے مشکل پیدا کردی تھی ۔ کتاب زیرِ نظر میں اس مسئلہ کی مکمل تشریح موجود ہے اور آپ اسے اکثر محققین صوفیائے کرام کے کشفِ صحیح کا نتیجہ فرماتے ہیں جیسا کہ مولانا جامی رحمہ اللہ کی کتاب نفحات الانس اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب اخبار الاخیار سے واضح ہوتا ہے جن میں افریقہ و ایشیا کے بہت سے صوفیاء کرام کے حالات مذکور ہیں اور فتاویٰ عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر مختلف مقامات پر روشنی ڈالی ہے اور حافظ صدرالدین حیدر آبادی کے جواب میں وہ اسی مسئلہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ یہ فی نفسہٖ صحیح اور حق ہے اور کسی طرح سے خلافِ شریعت نہیں کیونکہ وجود یعنی ہستی کے مراتب مختلف ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام علیحدہ ہیں ۔ البتہ اگر کوئی شخص اس قدر غلو کرے کہ مرتبہ ذاتِ الٰہی کے احکام مرتبہ مخلوقات پر لگانا شروع کردے یا برعکس ، یا حلال و حرام کی تمیز نہ کرے ، تو پھر صوفیائے کرام کا بھی یہی فتویٰ ہے

؎ ہر مرتبہ از وجود حکمے وارد　　　گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی اگر وجود اور ہستی کے مختلف مراتب کا فرق نہ کرے گا تو پھر بے دینی کا مرتکب ہوگا ۔ چنانچہ اسی خطرہ کے پیشِ نظر حضرات کاملین مشائخ کے معمول کے متعلق حضرت مجدد گولڑوی ؒ اپنے ملفوظ نمبر ۱۳۸ (صفحہ ۱۰۲) میں بھی فرماتے ہیں کہ حضرات مشائخ کرام جب اس کے اسرار و معارف کسی خاص شخص کو جسے اس کا اہل سمجھتے ، تلقین فرماتے تو کمرے کا دروازہ بند کرکے خلوت میں بیان فرماتے تاکہ ناقص لوگ سُن کر اپنی کم سمجھی کی بنا پر غلطی نہ کھا جائیں ۔ تاریخِ مشائخ چشت میں اس ارشاد کے متعدد شواہد موجود ہیں اور فتاویٰ عزیزی میں بھی اس باریک مسئلہ کے عام افشا سے ممانعت کی گئی ہے تاکہ ناقص لوگ گمراہ نہ ہوں ۔ امداد المشتاق میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود میں شک و شبہ نہیں لیکن اس کا عام افشا ناجائز ہے تاکہ عوام غلطی میں نہ پڑیں ۔ اس کے برعکس حضرت شاہ صاحب لکھنوی ؒ نے اس مسئلہ کے اظہار کو اس حد تک ضروری قرار دیا کہ وحدت الوجود کو **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کا مطابقی اور شرعی معنیٰ قرار دے دیا یعنی **لا موجود الا اللّٰہ** ۔ یہاں تک کہ ان کے خیال کے مطابق وحدت الوجود پر ایمان کے بغیر کلمہ پر بھی ایمان درست نہیں ہوگا جیسا کہ شاہ صاحب کی کتاب کلمۃ الحق سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس سے امت مسلمہ کی اکثریت کا کلمہ ایمان سے محروم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وحدت الوجود جو ایک کشفی مسئلہ ہے عام اشخاص کی سمجھ سے بالا ہے بلکہ بہت سے اہلِ علم بھی اسے نہ سمجھ سکے اور حلول و اتحاد سمجھ کر مخالفت کرتے رہے ۔

اس لیے حضرت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ نے مکمل طور سے اس بات کی تردید کرنے کے ساتھ ساتھ قوی دلائل سے ثابت فرمایا کہ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** سے مقصد غیر اللہ کی عبادت کی نفی ہے یعنی **لا معبود الا اللّٰہ** کہ وہی مطلق مالک اور حقیقی خالق ہی ساری مخلوق کا رب اور معبود ہے اور اسی توحید کا عہد یوم الست میں لیا گیا جس کا بیج انسان کی فطرت میں بویا گیا اور پھر اسی توحید کے سمجھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام نے مشرکین و کفار کو مخاطب فرمایا ، اور بقول شاہ صاحب لکھنوی یہ نہیں کہ ملائکہ ، ستاروں ، ارواح وغیرہ اور بتوں کو خدا کا غیر نہ سمجھو بلکہ سب ایک ہستی ہے کیونکہ اس بات سے تو اُلٹا مشرکین خدا تعالےٰ کے ساتھ مخلوق کو پوجنے کے لیے بہانہ تراش سکتے تھے کہ ہم بھی ان کو غیر نہیں سمجھتے اسی لیے ان کی عبادت کرتے ہیں شاہ صاحب لکھنوی ؒ کے اس نظریہ کی تردید کے ساتھ ساتھ اپنے ملفوظات ، فتاویٰ اور موجودہ کتاب میں ان جاہل لوگوں پر بھی تنقید کی ہے جو وحدت وجود کی آڑ میں احکامِ شرعیہ اور حلال و حرام کا فرق تک اُٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وحدت وجود سمجھ لینے کے بعد اتباعِ شریعت

بری نہیں رہتا۔ حالانکہ یہ بات صریحاً گمراہی کا موجب ہے کیونکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر وقت تک شرعی احکام بجا لاتے رہے تو کسی اور کی کیا مجال ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے آپ کو ان فرائض سے بالاتر سمجھے۔ پھر کئی لوگ ایسے مجذوب فقیروں کی اقتدا میں شریعت مطہرہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں باباجی کا طریقہ یہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع اور آپؐ کی اطاعت کو ہر عاقل بالغ مسلمان پر لازم قرار دیا ہے۔ ہاں جذب وجنون اور عقل ٹھیک نہ رہنے کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے اور ایسے لوگ مکلّف نہیں۔ چنانچہ شرعی دلائل اور حدیث وفقہ کے مطابق علمائے کرام فتاویٰ کے علاوہ حضرت شیخ ابنِ عربیؒ نے بھی فتوحات باب ۲۲۷ میں واضح فرمایا ہے کہ مجنون ومجذوب سے آدابِ شرعیہ کا مطالبہ نہیں لیکن جس کی عقل ٹھیک ہے اس پر آدابِ شرعیہ اور اتّباع ضروری ہے اور اسی لیے طریقت میں مجذوب فقیر کی کسی ایسے معاملہ میں اقتدا جائز نہیں جو خلافِ شرع ہو بلکہ بیعت کے لیے بھی ضروری ہے کہ صاحب صحو وتمکین، جامع شریعت وطریقت مُرشد تلاش کیا جائے۔ اِس کے شرائط اور بیعت مروّجہ کے ثبوت کے متعلق حضرت مؤلف کے فتاویٰ مہریہ[1] کے اکیسویں فتویٰ میں پُوری تفصیل موجود ہے نیز اسی فتویٰ ہی میں ہے کہ بیعت کے بعد مرید میں اگر ذکرِ الٰہی کا ذوق وشوق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت اور اطاعت کے آثار نمایاں نہ ہوں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یا تو مرشد میں شرائط پورے نہیں یا مرید اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہا یا ہر دو میں قصور ہے۔

اسی لیے کتاب ہٰذا کے آخر میں آپ نے کلمہ طیبہ کے دوسرے جملہ **محمد رسول اللّٰہ** کے عنوان کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختصر اور مستند سیرت طیبہ اور کچھ جامع ارشادات وتعلیمات اور آپ کے معجزات بیان فرمائے ہیں تاکہ اگر کوئی شخص مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار کو نہ سمجھ سکے کیونکہ اس کی سمجھ حاصل کرنا محض وہبی اور عنایتِ ربانی کی بنا ہے جو صرف بلند ہمت والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے تو کم از کم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات وتعلیمات، جو ساری امت کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہیں اور عقل وبلوغ کے بعد ہر شخص ان کے ساتھ مکلّف ہے، کتاب پڑھنے والا اُن کے نوُر سے منور ہونے کی سعادت سے تو محروم نہ رہے۔ نیز آپ نے اس حصہ کے آخر میں حضرت شیخ محی الدّین ابنِ عربیؒ کی کتاب فتوحاتِ مکیہ سے متعدد ایسی روایتیں نقل فرمائی ہیں جن کے بارے میں صاحب فتوحات فرماتے ہیں کہ انہیں یہ روایات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مشتمل ہیں کشف کی حالت میں ظاہر ہوئیں اور وہ کتاب وسنّت کے بھی خلاف نہیں جیسا کہ قارئین حضرات پڑھ کر سمجھ لیں گے۔ محققین علمائے کرام بھی اس قدر تو تسلیم کرتے ہیں کہ جو چیز عام لوگوں کو خواب میں نظر آئے یا اہلِ دل حضرات کو بیداری کی حالت میں مکشوف اور ظاہر ہو اور کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو تو بمقتضائے حُسنِ ظن اسے قبول کرنے میں حرج نہیں۔ اگرچہ خواب یا کشف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کا کلام اُس زیارت اور کلام کے برابر ہرگز نہیں جن سے صحابہ کرام واہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان مشرف ہوئے اور نہ آج تک کسی بھی شخص نے خواب یا کشف کی حالت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وجہ سے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ قرآن مجید سورۂ فتح، سورۂ توبہ وغیرِھما متعدد مقامات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے ایمان وتقویٰ اور اپنی رضامندی اور جنت کی جو بشارتیں دی ہیں وہ ایسی ناقابلِ تردید سچی شہادتیں ہیں جن میں برابری کا دعویٰ بعد میں آنے والی اُمت ہرگز نہیں کر سکتی اور اس پر اُمّت کا اتفاق ہے **وذالك فضل الله يوتيه من يشاء**

۱۹۶۰ء کے بعد کا ذکر ہے کہ راقم کے ایک معمّر برادرِ طریقت مولانا صوفی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کچھ قلمی تحریروں کے ساتھ راقم

---

[1] فتاویٰ مہریہ صـ۳۶ تیسرا ایڈیشن

اِس بات کے ذہن نشین کر لینے کے بعد حضرت مؤلفؒ نے اِسی کتاب کے پہلے وصل میں یہود، نصاریٰ، مشرکین، کفار کی گمراہی کے اسباب بیان فرماتے ہوئے شرک کے سب سے بڑے سبب کے متعلق جو تشریح فرمائی ہے اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ مُشرکین کا شِرک الُوہیت کے تمام لازمی صفات میں نہ تھا بلکہ فقط الُوہیّت یا بعض دیگر صفات میں تھا جس کی بنا پر مشرکین کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو جزوی معاملات کی تدبیر سونپ دی ہے اور تدبیرِ کُلّی خدا کے ساتھ مخصوص ہے جیسے بادشاہ جُزوی معاملات کی تدبیر مُستقل طور پر اپنے خاص آدمیوں کو سونپ دیتا ہے اور اِسی لئے وُہ لوگ باطل معبُودوں کی عبادت کو خدا کے قُرب کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اُن کے نام پر جانور ذبح کرتے اور اُن کی قسمیں کھاتے تھے اور ضروری کاموں میں اُن سے مدد بھی طلب کرتے تھے کیونکہ اُن کے خیال میں ان کے معبُودوں کو قدرت کی وُہ شان حاصل ہو چکی ہے جسے کُن فیکون سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ محض اُن کے کہنے سے کام فوراً ہو جاتا ہے۔ پھر اُن معبُودوں کی مُورتیاں پیتل وغیرہ سے بنا کر معبُودوں کے اَرواح کی طرف توجّہ کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے اگرچہ بعد میں احمق لوگوں نے خود اِنہیں مُورتیوں کو اصلی معبود ٹھہرا لیا۔

حضرت مؤلفؒ کے کلام کی تفصیل تو کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے البتہ مذکورہ کلام سے اِس قدر واضح ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ الُوہیّت و معبُودیّت میں کسی کو شریک کرنے کا مفہوم کیا ہے۔ اور اگرچہ اِنسان خالق و مدبّرِ کائنات اور جزا و سزا کا مالک اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتا ہو مگر اِس اعتقاد سے جو شرک کے متعلق حضرتؒ کی تشریح میں بیان کیا گیا اس کے مطابق یہ نہیں کہ کسی مخلوق کی تعظیم اور اُسے سجدہ وغیرہ کرنا اُس کی عبادت شمار ہوگی۔ بلکہ اگر اس سے قطع نظر کرتے ہُوئے فقط اللہ تعالیٰ کو مستقل کارساز اور نفع نقصان کا مالکِ حقیقی اور معبُود سمجھتے ہوئے محض اکرام و تحیّۃ کی نیّت سے نہ کہ عبادت کی نیّت سے کسی مخلوق یا مزار کا سجدہ کیا جائے تو حضرتِ مؤلف اُسے بھی شریعت میں از رُوئے حدیث حرام قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ توحیدِ ذاتی کے بیان میں تو قبر کے بوسہ سے بھی ایسے لوگوں کو منع فرمایا جنہیں دیکھ کر عوام کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے سجدہ کرنے اور رُخسار اور ماتھا ٹیکنے تک پہنچ جاتے ہیں۔

الغرض باقی اُمّتِ مُسلمہ کی طرح حضرات صُوفیائے کاملین بھی اُسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ خالقِ حقیقی کو برحق اِلٰہ اور معبُود سمجھتے ہیں البتہ خالق اور مخلوق کے اِس واضح فرق کے علاوہ بعض دیگر ایسے فروعی مسائل ہیں جن میں عُلمائے متکلّمین اور صُوفیائے کرام کا فروعی اختلاف ہے جیسے صفاتِ الٰہیہ کے متعلق خود عُلمائے کرام کے دو بڑے گروہوں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں فروعی اختلاف ہے لیکن کوئی فریق دُوسرے فریق پر طعن و تشنیع جائز نہیں سمجھتا۔ اسی طرح صوفیائے کرام میں اکثر حضرات "وحدت وجُود" کے قائل ہیں جس کی تشریح اِسی کتاب میں موجود ہے۔ ایک اَور فریق جن میں سرفہرست حضرتِ مجدّد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وحدتِ شہود کے قائل ہیں جس کی مکمّل تشریح حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ہے۔ تاہم ایک امر جو حضرت گولڑویؒ نے ملفوظاتِ مہریہ صفحہ ۱۳۲ میں واضح فرمایا، ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ بزرگ، ولی اور اللہ کے مقبول ہیں لیکن ان کے مکتوبات میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ ہم شیخ اکبرؒ کی توحید سے اُوپر گزر گئے ہیں اور شیخؒ کی توحید ہمارے طے شدہ مقامات سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدّد صاحبؒ کو شغلِ اوقات نے حضرت شیخؒ کی کتابوں کی پورے طور پر مطالعہ کی فرصت نہیں دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکتُوباتِ مدنی میں ایسا ہی فرمایا ہے کہ مجدّد صاحبؒ نے تفصیلاً کُتبِ شیخؒ کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا نہ فرماتے۔ ہمارے اور شاہ ولی اللہؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ توحیدِ وجُودی دو قسم کی ہے۔ اوّل وُہ جو سالک کو اثنائے سلوک ماسوی اللہ کے ذہول کے سبب پیش آتی ہے اور اِس میں اِستغراق، مراتب اور احکام میں فرق نہ کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اِس مقامِ توحید کو حضرت شیخؒ "فتوحات" میں سالک کے نقصان کا نشان قرار دیتے ہیں۔ اور دوم کاملین کی توحید ہے جو انتہائی منزلوں میں ذہول کی وجہ سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ

لك الحمد والثناء كما حمدت واثنيت على نفسك لا نحصيه عليك كيف و ما نقول لا يليق بشانك المتعالى عن ان يدركه العقول چوں کنہ ذات وصفات ترا اصلاً نمی دانم ستودن ترا، حمدے کہ سزاوارِ تو باشد کے توانیم۔

الٰہی بس تیرے ہی لیے حمد و ثنا ثابت ہے جیسا کہ تُو نے اپنی ذات پر حمد و ثنا کہی ہم (حادث) تیری ذات (قدیم) کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور کس طرح ہو بھی سکے جب کہ ہم (دُور اُفتادگان ظلالِ تنزلاتِ کونیہ اپنی منتہائے عقولِ انسانیہ) سے جو کچھ بھی کہیں وُہ تیری (ادراکِ عقُول سے بلند شان) کے شایاں نہیں ہے۔ الٰہ العالمین جب کہ ہم (وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے سرمایہ دار) تیری حقیقتِ ذات وصفات کو قطعاً نہیں جان سکتے۔ تو تیری تعریف ایسی حمد سے جو تیری شان کے شایاں ہو کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ تیرے ہی ارشاد مذکور کے مُطابق ہمارا علمی سرمایہ قلیل ہے۔

رباعی

اے آنکہ بہر دو کون موجود توئی
و اندر نظرِ صائب مشہود توئی
فالحمد لك منك عليك یارب
یعنی بجہاں حامد و محمود توئی

اَے وُہ ذاتِ برتر کہ دونوں جہان میں (حقیقی) موجود تو ہی ہے اور نظرِ صوابدید میں مشہود بھی تُو ہی ہے پس یارب العالمین سب حمد تیرے لیے، تجھ ہی سے تجھ پر ہے یعنی مظاہرِ کونیہ میں تُو ہی حامد تُو ہی محمود۔ تُو ہی محمود علیہ ہے۔

والصلوٰة والسلام على حبيبك الاكرم كما تحب و يليق بشانه الافخم و آله وصحبه الذين بذلوا جهدهم فى الطريق الاقوم۔

اور صلوٰۃ وسلام نازل ہوں تیرے حبیب پر جو اکرم الخلق ہیں جیسا کہ تُو خود پسند کرتا ہے اور اُس کی بلند شان کے شایاں ہے اور نیز اس کی آل واصحاب پر جنہوں نے اپنی انتہائی کوششیں دینِ قویم اور صراطِ مستقیم پر (چلانے کے لیے) خرچ کیں۔

وجہِ تالیف

اَمّا بعد مے گوید محجُوب از جمالِ وحدت بہ تتق کثرت سرگشتۂ بادیۂ جہل و نادانی خوشہ چینِ عُلماء و فقراء مہر علی شاہ عفی اللہ تعالیٰ اگرچہ ایں ہیچمدان ازاں حقیر تر است کہ در اظہارِ اسرارِ توحید مُستفادہ از اصحاب الذوق والمواجید جرأت نماید اَمّا چُوں ابناء زمان از متفقّہین واصحابِ دَوران از متصوّفین زبانِ تکفیر و تشریک ہر یکے بعد دیگرے کُشادہ علاوہ بریں اغماض

حمد و صلوٰۃ کے بعد جمالِ وحدت سے کثرتِ تنزلات کے پردوں میں پڑا ہوا لاعلمی اور نادانی کے جنگل میں حیران عُلماء و فقراء کا خوشہ چین مہر علی شاہ عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اگرچہ یہ ہیچمدان اس بات کے قابل نہیں کہ جو اسرار کہ اہلِ ذوق و وجدان سے حاصل ہُوئے ہیں اُن کے اظہار میں جُرأت کرے لیکن چُونکہ موجودہ زمانہ میں مدّعیانِ فقاہت (علُومِ ظاہری) و تصوّف (علُومِ باطنی) میں سے ہر ایک نے دُوسرے فریق کو کافر و مُشرک قرار دینے کی

تحقیق الحق کی اجمالی فہرست

حصّہ اوّل

کتاب کلمۃ الحق کا مضمون اور اُس کا جواب — ۱ تا ۷۹

○

حصّہ دُوم

دربیان توحیدِ وجُودی — ۸۰ تا ۱۳۰

○

حصّہ سوم

دربیان سیرتُ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم — ۱۳۱ تا ۱۴۷

○

حصّہ چہارم

احادیثِ کشفیہ۔ ماخوذہ از فتوحاتِ مکیّہ جلد چہارم — ۱۴۸ تا ۲۱۱

○

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

وجواب استبعاد الحشر والنشر اوّلاً قیاس نمودن بر زندہ گردانیدن زمین ونظائر او وتنقیح مناط وآں شمول قدرت است وامکان اعادہ و ثانیاً موافقت جمیع اہلِ کتبِ سماویہ بر اخبارِ حشر ونشر۔

جواب استبعادِ حشر ونشر کا۔ اوّلاً بر باد زمین کے بارش سے زندہ کرنے اور اس کے نظائر پر قیاس کرنا اور اس انکار کے اصل سبب کا یوں ذکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عموم اور حشر کے امکان کا اثبات ہے۔ ثانیاً۔ سب اہلِ کُتبِ سماویہ کا حشر ونشر پر متفق ہونا۔

وجواب استبعادِ رسالت اوّلاً بودن آں در انبیاء پیشین و
مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔

استبعادِ رسالتِ بشری کا جواب اوّلاً رسالتِ بشری کا انبیاء سابقین میں ثابت ہونا جیسا کہ آیاتِ مسطورہ کا مضمون ہے کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ سے پہلے بھی رجال (انسان) ہی رسول بنا کر بھیجے (صورتِ رسالت یہ ہے کہ) اُن کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور کفار آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کو کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ اور وُہ شخص بھی گواہ ہیں جن کے پاس سابقہ کتابوں کا صحیح علم ہے۔

وثانیاً دفعِ استبعاد بہ بیان اینکہ رسالت عبارت از وحی است قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ باز تفسیر نمودن آں بامرِ غیر مستحیل وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔

ثانیاً رسالتِ بشری کے استبعاد کا اس بیان سے دفع کرنا کہ رسالت ارسالِ وحی سے عبارت ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا رسول اللہ ان سے کہو کہ میں تمہاری طرح (خلقت میں تو) بشر ہی ہُوں (اور صُورتِ رسالت یہ ہے کہ) میری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کی جاتی ہے پھر وحی کرنے کی تفسیر کو غیر محال ثابت کرنا ہے کہ کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اُس کے ساتھ اللہ کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا حجاب میں سے (بصُورتِ الہام و القاء وغیرہ تو ان کیفیات سے رسالتِ بشری امرِ محال نہیں ہے)

وثالثاً بہ آں کہ عدمِ ظہورِ معجزات مطلوبۂ اوشاں و عدمِ موافقت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ باوشاں در تعیین شخصے کہ طلب مے کنند رسالت او را و نہ فرستادن فرشتہ و نہ وحی فرستادن بسُوئے ہر یکے۔

ثالثاً بایں طور کہ ان کے مطلوبہ (بعض معجزات) کا ظاہر نہ ہونا۔ اور حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا ان کے ساتھ اس شخص کی تعیین میں جس کے لئے وُہ رسالت طلب کرتے ہیں موافق نہ ہونا۔ اور فرشتہ نازل نہ کرنا تاکہ ساتھ ساتھ تائید کرتا پھرے اور ان میں سے ہر ایک کی طرف وحی ارسال نہ کرنا۔

ہمہ برائے مصلحتے کلیہ است ولما کان اکثر المبعوث الیھم مشرکین اورد الشارع ھذہ المضامین فی سور کثیرۃ باسالیب متعددۃ وتاکیدات بلیغۃ ولم یتحاش عن اعادتھا بمرات اذ جھل المخاطبین غایۃ الجھل یقتضی التکرار والاعادۃ فھو من البلاغۃ لا کما زعم اھل البلادۃ فی زماننا انہ لغو والعیاذ باللہ وگروہ یہود مومن بتوریت بودند

یہ سب اُمور مصلحتِ کُلّی کے لیے ہیں۔ اور چُونکہ اکثر مبعوث الیہم مُشرکین تھے۔ اس لیے شارع نے ان مضامین کو بہت سُورتوں میں متعدد طریقوں اور کامل تاکیدات سے بیان فرمایا۔ اور ان کے بار بار اعادہ بیان سے احتراز نہ کیا کیوں کہ مخاطبین کا غایت جہل تکرار اور بار بار بیان کا مقتضی ہے پس یہ طرزِ بیان بلاغت سے ہے نہ جیسا کہ زعم کیا ہمارے زمانے کے اغبیاء (نیچریہ) نے کہ یہ اعادہ و تکرار معاذ اللہ لغو ہے۔ گروہ یہود

لہ فرقۂ نیچریہ ۱۲ منہ قرآن مجید کو لغو کہنا صریح کفر ہے لہٰذا یہاں سے وُہ مغرب زدہ لوگ مُراد ہیں جو مغربی تعلیم سے اس قدر متاثر و مرعُوب ہیں کہ اسلام (باقی بر صفحہ آئندہ)

وآں کہ جمیع انبیاء۔ از بنی اسرائیل ہستند و ندانستند کہ سرِّ دراختلاف
مختلف بُودن طبائع آدمیان است وعاداتِ اوشاں ۔

... نصارٰے پس مومن بُودند بہ عیسٰی علیہ السلام
... شاں قراردادن است حق سُبحانہٗ
... راسہ شعبہ کہ آنہارا اقانیمِ ثلٰثہ مے گویند۔ اوّلؔ پدر بمنزلہ مبداءِ عالم
... پسر بمثابہ معلول اوّل کہ شامل است جمیع معلولات را و سیوم
... القدس بازاء عقول مجرّدہ وزعم مے کنند کہ اقنوم ابن متدرّع یعنی
... ست بروحِ عیسٰے علیہ السلام کظہورِ جبریل بصُورۃ البشر پس عیسٰے
... ب مزعوم اوشاں خُدا است وپسرِ خدا و پسر جامع برائے احکام
... و بشریّت ۔

وتمسک گرفتہ اند دریں باب بہ بعض آیاتِ انجیل کہ در آنہا
... ن مذکور است والجواب علی تقدیر تسلیم انہ من
... عیسٰی انہ بمعنی المحبوب علی طبق اصطلاح القرن
... ل کما تدل علیہ القرائن فی الانجیل ۔

وبالجملہ حق سُبحانہٗ وتعالٰی تردید ایں مذہب باطل فرمُودہ و
... انہ عبداللہ وروحہ نفخہ فی رحم مریم وایدہ
... ح القدس وبعد امعانِ نظر منطبق نمے شود لفظِ اتحاد بریں
... چنانچہ مزعوم اوشاں است بلکہ مطابق بداں لفظ تقویم است
... آں ۔

وبعض از ضلالتِ اوشاں جزم است بقتلِ عیسٰی علیہ السلام
... لواقع شبہ لھم فظنوا الرفع علی السماء قتلاً
... وہ کابراً عن کابر ولغزش نہ بد ترا ظاہر آنچہ واقع است در
... از مقولہ عیسٰی علیہ السلام دریں باب زیرا کہ معنے او خبر دادن
... است بجراءت ... یہود واقدامِ اوشاں بر قتل و منشاء مقولہ
... ین وقو... عدمِ اطلاع بر حقیقت رفع برائے

اسمٰعیل علیہ السلام سے باوجودیکہ (ابراہیم علیہ السلام کے بعد) کُل انبیاً اسرائیلی (اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے) تھے اور یہودنے یہ نہ سمجھا کہ شرائع کے اختلاف کا راز انسانوں کی عادات وطبائع کے اختلاف میں ہے

اور قوم نصارٰے پس عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے لیکن بعد میں ان کی گمراہی حق سُبحانہٗ وتعالٰی کو تین شعبہ قرار دینے سے ہوئی کہ ان کو اقانیمِ ثلٰثہ یعنی تین اجزاء کا مجموعہ کہتے ہیں اوّلؔ باپ بمنزلہ مبداءِ عالم کے۔ ثانیؔ بیٹا بدرجہ معلول اوّل کے کہ سب معلولات کو شامل ہے تیسرؔ رُوح القدس مقابل عقول مجرّدہ کے۔ اور وُہ گمان کرتے ہیں کہ اقنوم ابن ہے لباسِ بشریّت میں عیسٰی علیہ السلام کے رُوح سے ظاہر ہونے والا مثل ظہُورِ جبریل کے صُورتِ بشریہ میں۔ پس عیسٰے علیہ السلام بحسب مزعُوم اُن کے خُدا ہے اور خُدا کا بیٹا اور بشر جامع ہے احکامِ اُلوہیّت وبشریّت کے لیے (مجموعۂ اقانیم ثلٰثہ ہے)۔

نصارٰی نے اس باب میں بعض آیاتِ انجیل سے تمسّک پکڑا کہ ان میں لفظِ ابن کا مذکور ہے۔ اِس کا جواب برتقدیرِ تسلیم اس امر کے کہ لفظِ ابن عیسٰی علیہ السلام کی کلام سے ہے یہ کہ قرونِ اولٰی (پہلے زمانے) کی اصطلاح کے مطابق ابن بمعنی محبُوب مستعمل ہے۔ جیسا کہ انجیل میں اُس پر اور قرائن میں بھی دال ہیں۔

بالجملہ حق سُبحانہٗ وتعالٰے نے اِس مذہبِ باطل کی تردید یُوں فرمائی کہ عیسٰے علیہ السلام خُدا کا بندہ اور رُوح اللہ ہے جس کو حضرت مریمؑ کے رحِمِ اطہر میں نفخ کیا اور اس کو رُوحُ القدس سے مؤیّد کیا۔ بعد امعانِ نظر (تحقیق وتدقیق) کے لفظِ اتحاد اس معنی (اقانیم ثلٰثہ) پر منطبق نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان کا زعم فاسد ہے۔ بلکہ اس کے مطابق تو لفظ تقویم یا اس کے مماثل ہوگا۔

نصارٰے کی بعض گمراہیوں سے عیسٰی علیہ السلام کے مقتُول ہونے کا یقین ہے اور درحقیقت اُن کو شُبہ میں ڈالا گیا پس آسمان پر اُٹھائے جانے کو اُنھوں نے قتل گمان کرلیا۔ اور بڑے بڑے احبار (عُلما) اس کو ایک دُوسرے سے روایت کرتے چلے آتے۔ اِس بارہ میں جو مقولہ عیسٰے علیہ السلام کا انجیل میں واقع ہے اُس کے ظاہر مفہُوم سے لغزش واقع نہ ہو کیونکہ اس کا معنے یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے یہود

فی البراہین الخمسہ اعنے لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ وَلَوْ کَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا۔ وَمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ کُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ وَلَوْ کَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا۔

مخاطب کے بناء پر برُوئے تہکم (ہتک آمیزی) نقیض مطلوب کو مقدّم بنانے سے واقع ہوا اور براہینِ خمسہ جو آیاتِ مذکورہ سے مستفاد ہیں ان میں صیغۂ جمع سے تعبیر اسی مقدّمۂ مذکورہ بالا پر مبنی ہے (صدق مفہوم مختّص کا اصنام پر فرضاً و زعماً و تہکماً ہے)۔

و در ہیچ جا از کتاب و سُنّت استعمال لفظ "اِلٰہ" در اللہ سُبحانہ واصنام کہ از افرادِ معنی مختّص اند واقع نہ شدہ[1] بلکہ استعمالِ اُو در ہماں مفہوم مختّص کلّی ثابت[2] است آری صدق اُو بر اللہ سبحانہٗ بحسب الواقع و بر اصنام بحسبِ زعمِ مُشرکین[3] است و مخفی نیست بر اربابِ بصیرت کہ خصوصِ مصداق خارج است از مدلُولِ صیغۂ نوعی و صنفی و شخصے کما فی ضَرَبَا و ضَرَبُوْا و لاواجب الا اللہ ولو کان فیھما و جبا۔ ازیں جا است کہ مے گویند اللفظ الموضوع لمفہوم کلی اذا استعمل فی جزئی من جزئیاتہ من حیث انہ جزئی یکون مجازاً پس در قول اُو سُبحانہٗ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ مُراد از "اِلٰہ" ہماں[4] معنے کُلّی است کہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ مصداق است برائے اُو یعنے عبادت خواہیم کرد معبودِ تُرا و معبودِ پدرانِ تُرا۔

اور لفظ اِلٰہ کا استعمال اللہ سُبحانہٗ اور اصنام پر جو کہ افرادِ معنے مختّص سے ہیں قرآن و حدیث میں کہیں بھی واقع نہیں ہوا بلکہ اس کا استعمال اسی مفہوم مختّص کُلّی میں ثابت ہے۔ ہاں اس لفظ (اِلٰہ) کا صدق اللہ سُبحانہٗ پر بحسب الواقع اور اصنام پر بحسبِ زعمِ مُشرکین ہے اور اربابِ بصیرت پر مخفی نہیں کہ خصُوصِ مصداق صیغۂ نوعی و صنفی و شخصی سے خارج ہے جیسا کہ تینوں مثالوں سے ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ لفظ موضُوع مفہوم کُلّی کے لیے جب اس کُلّی کی جُزئیات میں سے کسی جُزئی میں بحیثیت جُزئی استعمال ہو تو مجازاً ہوتا ہے پس اُو سُبحانہٗ و تعالیٰ کے قول ونعبد الخ میں "اِلٰہ" سے مُراد وُہی معنے کُلّی ہے جو کہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ اس کے لیے مصداق ہے۔

و ہم چُنیں در لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ مُراد از "اِلٰہ" مفہُوم مستحقات للعبادۃ است کہ اصنام مصداق بحسب الغرض اند برائے او و بر تقدیرِ تسلیم نیز قول باشتراکِ لفظی راست نمی آید بدُون ثبوت تجدّدِ وضع برائے ہر یکے از معنیین و دونہ خرط القتاد۔

اور ایسا ہی آیہ لَوْ کَانَ فیھما آہ میں مُراد "اِلٰہ" سے مفہوم مستحقات للعبادۃ ہے جو کہ اصنام اس کے لیے بحسب الغرض مصداق ہیں اور علی تقدیر التسلیم (مانحن فیہ) اشتراکِ لفظی کا قول اس وقت درُست ہو سکتا ہے جب دو معنی سے ہر ایک کے لیے تجدّدِ وضع کا ثبوت سکے اور یہ امر تو از حد ہی مُشکل ہے۔

فالاستدلال علی الاشتراک اللفظی بانہ لایستعمل

پس اشتراکِ لفظی پر یہ استدلال پکڑنا کہ وُہ اپنے دونوں معنوں سے ہر

---

[1] بلکہ از افرادِ معنی مستعمل فیہ اند امّا بحسب الواقع او بحسب الغرض والتہکم او بحسب الزعم ۱۲ منہ

[2] خلاصہ یہ کہ لفظ اِلٰہ کا مفہوم مطلق مستحقِ عبادت ہے خواہ واقع میں مستحق ہو جیسے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ یا بالفرض اور مُشرکین کے زعم و خیال میں جیسے بُت اور دیگر چیزیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔

[3] قولہ زعمِ مُشرکین اے در بعض صفاتِ واجبیہ فتامّل۔ ۱۲ منہ

[4] پس منشا قول بودن عزّ اسمہٗ و اصنام معنی مستعمل فیہ برائے لفظ اشتباہ است بین المدلول و افرادہ فتدبر۔ ۱۲ منہ

لہٰذا مولانا کو اس امر میں مدلول اور اس کے افراد کے درمیان اشتباہ کی وجہ سے یہ کہنا پڑا کہ لفظ "اِلٰہ" مشترک ہے۔ (مترجم)

حدیث (معہ اپنے تاویل) کے لیس کمثلہ شئی اور قرآن کے ظاہر کے
مفاد کا نسخ بھی صُورت پذیر نہیں ہو سکتا (کہ حدیث کو ظاہر معنی پر محمول کر
کے آیت کے مفاد کو منسُوخ سمجھا جاوے) کیونکہ قرآن کا نسخ تو بغیر قرآن
کے ہو نہیں سکتا (بحکم ما ننسخ من آیته او ننسها نأت بخیر
منها او مثلها) پس حدیث میں تاویل (بوجہ عدم مطابقت قرآن کے)
واجب ہے۔ پھر تردید تاویل مذکور (فی الحدیث) کی بقرینہ ما بعد اس کے
یعنی هو الاول والآخر والظاهر والباطن بعد معلوم کرنے معنی آیت
کے (بحوالہ بیان آلٰہیات) تردید تام نہیں ہے۔ بلکہ ما بعد کا فقرہ یعنی وھو
بکل شیئ علیم تاویل مذکُور کا مؤید ہے (لھبط علی علم اللہ)

...ل دُوم

...ئِل توحید از کتاب و سُنّت

اِس فصل میں توحیدِ وجُودی کے دلائل کتاب و سُنت سے مُلاحظہ ہوں

تفصِیل اِس اجمال کی یُوں ہے کہ آیاتِ قرآنیہ دو قسم ہیں۔ ایک قسم

محکم جو کہ تاویل کی گنجائش اس میں نہیں۔ دُوسری متشابہ (جن میں تعینِ

مُراد کے لیے بیان کی ضرورت ہے) یہ امر واجب ہے کہ آیات دال بر

توحید محکم ہوں۔ کیونکہ جن آیات میں تاویل کی گنجائش ہو اُس سے قطعی

حکم ثابت نہیں ہوتا۔ پس دال بر توحید آیاتِ محکمات ۱۶ مذکورہ آیات

ہیں۔

کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ مرزائی صاحبان کی غلط گوئیوں پر بخوبی مطلع ہو جائیں۔

اجرا نبوت پر مرزائی دلائل کے جوابات

(از قرآن)

پہلی تحریف

الله يصطفي من الملئكة رسلاً ومن الناس۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہے یا چنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے۔ اس آیت میں یصطفی مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے پس یَصطفِی کے معنی ہیں کہ چنتا ہے یا چنے گا (مگر) اس آیت میں یصطفی سے مراد حال نہیں لیا جا سکتا کیونکہ لفظ رسل جمع ہے اس سے مراد آنحضرت ﷺ (واحد) نہیں ہو سکتے پس ماننا پڑیگا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور یصطفی مستقبل کے لئے ہے۔

الجواب

اس آیت میں کوئی لفظ نہیں کہ آئندہ رسول آئیں گے نصوص صریحہ جن میں [illegible]ت النص مرقوم ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا۔ اس امت میں مدعیان نبوت دجال اور کذاب ہیں کے خلاف کھینچ تان خود ایک جرم ہے اور دلیل ضلالت ہے۔ اس آیت کے پہلے یہ ذکر ہے کہ منکرین اسلام کے روبرو جب قرآن پاک پڑھا جاتا تو وہ منہ پھیرنے کے علاوہ مارنے کو دوڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خفگی کیوں اور کس دلیل پر مبنی ہے تم خود آمد رسل کے قائل ہو اور خدا کی اس قدیم سنت سے ماہر ہو کر وہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے جو خدا کا پیغام انبیاء پر لاتے ہیں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے جو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی سنت قدیمہ کی رو سے اب بھی یہ رسول بھیجا گیا ہے۔

بخلاف اس صحیح مراد خداوندی کے احمدی صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ یصطفی

لائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

بقولہ تعالیٰ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اور اس کے لفظ کے

براہین سے ہیئت شکل ثانی پر کہ قرآن میں مذکور ہے مثل کَانَا یَاْکُلَانِ

الطَّعَامَ اور اس کے مثال کے اور (نیز غیریت وہمیہ باطل ہے) بقولہٖ

لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ کے۔ اور ساتھ ان وجوہات کے جو کلمۂ طیّبہ کے عدم افادۂ عینیّت میں مذکور ہوئیں۔

اور اسی باعث (حمل کرنے کلمۂ طیّبہ کا عینیّت پر) کا انتفاء (امورِ ثلٰثۃ ذیل کا سبب ہوا) سببِ اوّل عدم تحریف محکمات قرآنیہ مثل سورۂ اخلاص و آیاتِ تنزیہیہ کے۔ و سببِ دوم عدم حمل قولہ علیہ السّلام لهبط علی اللہ کے اوپر معنی مخالف محکماتِ قرآنیہ کے۔ کیونکہ قرآن کا نسخ سوائے قرآن کے درست نہیں ہے۔ اور سببِ سوم سقوط تفریعات کہ از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد تھیں۔

حدیث لو دلیتم آہ میں تاکید بہ قسم اس امر پر شاہد ہے کہ حدیث کا مدلول کلمۂ طیّبہ کے مدلول سے مغائر ہے۔ کیونکہ تاکید بالقسم کالانا مخاطب کے انکار و استبعاد پر مشعر ہے۔ پھر مخاطب اس قول کے اصحابِ کرام

براهين بل المطلوب عبر بها لافادة القصر و وجود وجوه البلاغة فيهما

زعم کیا کہ کلمۂ طیّبہ براہینِ خمسہ کا نتیجہ ہے بلکہ مطلوب کی اس سے تعبیر افادۂ قصر اور وجوہ

جمہ۔

۔۔۔ں سے مقصود بعض معارجِ عرفان کا بیان ہے۔ ۱۲ ترجمہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عام مورد ما بین توافق و تمانع کو لازم ہے۔ اگرچہ ہر ایک ان میں بخصوصہ عارض ہے۔ اور ان میں سے صرف ایک کا ذِکر کرنا جو کہ ما نحن فیہ میں کلمہ لفسدتا ہے نہ غیر اس کا۔ اسی (انفراد بالذکر) کے ساتھ سُنّت اللہ جاری ہے۔ اور سُنّت اللہ ہرگز تبدیل نہیں ہو سکتی۔

ہم توضیحاً دلیل کو یوں تحریر کرتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان میں آلہۃ متعدّدہ ہوتے جیسا کہ مشرِکین کا زعم ہے۔ پس یا تو ان کا باہمی اِتّفاق ہوگا۔ پھر زمین و آسمان کا موجودہ حالت پر بقا، یا تو ہر ایک کی مستقِل تاثیر سے ہوگا۔ پس لازم آتا ہے توارد عللِ مستقلہ کا ایک معلول پر۔ یا ایک ہی تاثیرِ خصوصی سے۔ تو لازم آتا ہے خلف۔ اور یا ان میں تمانع (باہمی مقابلہ و مسابقت عمل) ہوگا۔ پس فساد لازم آتا ہے بسبب نہ ہونے کسی ایک کے ان میں سے (بوجہ مصروفیت باہمی مقابلہ و مجادلہ کے ممکن میں مؤثر اور اس کا حافظ (و ناصر) شاید کہ تحریر استدلال سے تو سمجھ گیا ہوگا کہ توحید پر یہ برہان قطعی ہے۔ محض حجت اقناعی (چپ کرانے والی) نہیں ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا ہے۔

مولانا کے زعم پر تحریر دلیل اِس طرح ہے کہ اگر اصنام اللہ تعالٰی کے مغائر ہوتے تو سب اشیاء مغائر ہوں گی بسبب نہ ہونے وجہ

بیانِ توحیدِ ذاتی

معرفت کاملانِ محقّق وعارفانِ مدقّق آن است کہ تغایرِ حقیقی و ذاتی منفی بود و تغایرِ صوری واعتباری مثبت واحکام وآثار ہریکے جاری باشد وتحقیق مذکور مصحح نیست برائے حمل او سبحانہٗ بر ممکن کہ گفتہ شود زید خدا است مثلاً چہ ایں عزیزاں حفظِ مراتب را از ضروریات مے شمارند بخلافِ ناقصین کہ اصلاً تمائزے در مراتب الوہیۃ وعبدیّت نے کنند واحکام مختصہ حضرت الوہیۃ را مشترک مے فہمند وبنا برعلیٰ ہذا السجدون للممکن وتاویلات رکیکہ مفضیہ الی التحریف مے نمایند ضلوا واضلوا کثیرًا ونمے دانند کہ امتثال امر شارع نزد صوفیہ صافیہ اہلِ وحدتِ وجود قدست اسرارہم مقدم است بر مشہودات بلکہ مشہود ایں عزیزاں ہیچ جا مخالفِ کتاب وسنت واقع نہ شدہ۔

کاملانِ محقّق وعارفانِ مدقّق کی معرفت یہ ہے کہ (مابینِ واجب وممکن) کے حقیقتاً وبالذّات کوئی تغائر نہیں ہے۔ اور بحسبِ صورت واعتبار (بحسبِ اطلاق وتنزّل) تغائر کا اثبات ہے۔ اور ہر ایک حقیقت و اعتبار (وجوب وامکان واطلاق وتنزّل) کے احکام وآثار علیحدہ علیحدہ جاری ہوتے ہیں اور اس تحقیق سے اوسُبحانہٗ وتعالیٰ کو ممکن پر حمل کرنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً یوں کہا جاوے کہ زید خدا ہے کیونکہ یہ بزرگوار (عارفین کاملین) حفظِ مراتب (وجوبی وامکانی وحقیقت و اظلال کے احکام وآثار) کو ضروریات (طریقت) سے گردانتے ہیں بخلاف متصوّفہ ناقصین کے کہ مراتبِ الوہیّت وعبدیّت میں قطعاً امتیاز نہیں کرتے۔ اور احکامِ مختصہ حضرت الوہیّت کو مشترکہ (بین الواجب والممکن) سمجھتے ہیں۔ اور اسی غلط فہمی کی بنا پر ممکنات کو سجدے کرگزرتے ہیں۔ اور (حیلۂ جواز کے لئے) تحریف وتفسیر کی طرف پہنچانے والی ضعیف تاویلیں (ہیرپھیر) کرتے ہیں۔ وہ خود گمراہ ہوکر بہتیرے متبعین کو لے ڈوبتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ حضرات صوفیہ صافیہ اہلِ وحدتِ وجود قدست اسرارہم کے نزدیک امتثال واتباعِ امرِ شارعؑ مشہودات ومکاشفات پر مقدم ہے۔ بلکہ ان بزرگواروں کے مشہودات کہیں بھی کتاب وسُنّت کے مخالف واقع نہیں ہوتے۔

ناقصاں بر طبق فہمِ خویش دو فرقہ[1] شدند۔ مخالفین ومکفرین دوّم تابعین از جملہ کہ مشہود آں بزرگواران را منشا احکام من عند انفسہم قرار دادند چنانچہ (عینیت) را سبب جوازِ سجود برائے عظام و مصحح حمل واجب بر ممکن فہمیدہ اند۔

ناقصین اپنے فہمِ ناقص کے اثرات سے دو متضاد فرقے ہوگئے ہیں ایک[1] فرقہ اہلِ حق کے مخالفین اور ان کی طرف نسبت تکفیر کا مرتکب۔ دوسرا فرقہ جہلاء تابعین کا کہ جنہوں نے (کج فہمی کی بنا پر) ان بزرگواروں کے مشہودات کو اپنے خیالاتِ فاسدہ سے منشاء واحکام قرار دے لیا ہے جیسا کہ انہوں نے عینیتِ وجود کو اپنے مشائخ اور بزرگواروں کے لئے سجدہ کرنے اور واجب کو ممکن پر محمول کرنے کا مجوّز و صوب (یعنی جائز اور درست قرار دینے والا) سمجھ لیا ہے (اس غلط عقیدہ کے متعلق)۔

[1] یعنی ایک گروہ بالکل افراط میں پڑ گیا اور صوفیائے کاملین کے مشہودات ومکشوفات کے متعلق اپنے فاسد خیال سے حدودِ شرعیہ سے نکل گیا اور دوسرا گروہ بالکل تفریط کا شکار ہو کر صوفیائے کاملین کے مکشوفات کو نہ سمجھنے کی بنا پر ان پر الزام تراشی اور تکفیر تک پہنچ گیا۔ ۱۲ مترجم

شقی ومن سجد غیر عابد لمخلوق فان کان عن امر اللہ کان طاعۃ فیسعد ون ان سجد لمخلوق غیر عابد ایاہ عن غیر امر اللہ کان رھبانیۃ ابتدعوھا۔

یا بغیر امر اللہ پس وُہ شخص (بوجہ عبادتِ ممنُوعہ) کے شقی ہوا۔ اور جس شخص نے بغیر ارادہ عبادت کے مخلُوق کو سجدہ کیا پس اگر وُہ سجدہ بامر اللہ ہے تو طاعت (و امتثال امر ہے) پس وُہ شخص سعید ہے۔ اور اگر مخلوق کو بغیر ارادہ عبادت کے سوائے امر اللہ کے سجدہ کیا تو وُہ رہبانیت مبتدعہ ہے۔ جو کہ اُنہوں نے اپنی نفسانیت سے گھڑلی ہے۔

ثم قال بعید ھذا فلابد من اخذ المشرک لتعدیہ بالاسم غیر محلہ ولو یرد علیہ امر بذالک ومن المحال ان یرد امر بالعبادۃ وان ورد امر بالسجود۔

پھر اس سے تھوڑا سا آگے فرمایا کہ مُشرک کو مواخذہ کرنا اس لیے لازم ہے کہ اس نے اسمِ سجود کو غیر محل و موضوع میں (بوجہ عبادت ممنوعہ لغیر اللہ کے کہ ما نعبدھم الآیہ میں اقرارِ عبادت ہے) تعدّی اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ درحالیکہ اس کو ایسے سجود (برائے عبادت) کا امر نہیں ہوا۔ اور اگرچہ امر بالسجُود تو وارد ہوا ہے مگر غیر کے لیے امرِ سجُودِ عبادت وارد ہونا محال ہے۔

اگر کوئی سجدہ مخلوق برائے عارف ذوالعین کہ صاحبِ مقام ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ باشد چونکہ در نظر شہود شں حق مرئی است نہ خلق چرا جائز نیست گوئم لما عرفت از عدمِ ورودِ امر واجازتِ شارع۔

اگر سوال پیدا ہو کہ عارف ذوالعین (صاحب بصیرت معرفت) کو کہ اس مقام کا مالک ہے "ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ" (ہر شے میں تیرا جلوہ یارب نظر آتا ہے) اور اس کو اعیان مرایائے وجودِ حق و اسماء وصفات نظر آتے ہیں، جب کہ اس کی نظرِ شہود حقیقت میں حق ہی نظر آتا ہے نہ خلق۔ تو سجدۂ مخلُوق (بہ نظر بصیرت حق) کیوں ناجائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسے سجدہ کے لیے امر و اجازتِ شارع وارد نہ ہونا مفہُوم ہو چکا ہے۔

حضرتِ شیخ مے فرمایند۔ فمن رای الخلق ببصرۃ فقد رای الحق۔ ببصیرتہ ولیس لہ اذا رای ذالک ان یسجد لہ حتی یامرہ۔

حضرت الشیخ فرماتے ہیں پس جس (عارف) نے خلق کو بصرِ ظاہر سے دیکھا پس اُس نے حجابِ خلق میں بھی حق کو بصیرتِ باطنی (معرفت) سے مشاہدہ کیا۔ ایسی بصیرت کی بناء پر بھی اس کے لیے خلق کو بغیر امر اللہ کے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ودر جائے دیگر مے فرمایند۔ وصاحب مقام العبودیۃ یسری ذوقہ فی کل ما سوی اللہ انہ عبد ویری ان کل

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ مقامِ عبُودیّت (سالک عابد) کا ذوق ہر ایک ماسوی اللہ میں بدیں طور جاری و ساری ہوتا ہے کہ

(بقیّہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اُسے اِسی طرح حکم ہوا یا ویسے اپنے خیال سے عبادت کرے ہر دو صُورت میں مُشرک قرار دیا جائے گا۔ اور وُہ قابلِ مغفرت بھی نہ رہے گا۔ (مترجم)

۱؎ یعنی جہاں امرِ الٰہی سے کسی مخلوق کا سجدہ ہو تو وُہ اطاعتِ الٰہی میں داخل اور اُسی کی عبادت ہے اور جس نے بغیر امر کسی مخلوق کو سجدہ کیا اگرچہ عبادت کی نیّت سے نہ بھی ہو بلکہ محض تعظیم کے اظہار کے لیے ہو تو وُہ بھی حضور خاتم النّبیّین علیہ السّلام کی شریعت میں بدعتِ محرمہ اور ناجائز ہے۔ (مترجم)

امر الله فلا یبقی للحق علیھم مطالبة الا بالامر فیقول من امرکم بذالك وما یقول لھم لا یجوز السجود لمخلوق فانه قد شرع ذلك فی مخلوق خاص حساً و خیالاً کرؤیا یوسف علیه السّلام۔

گزرتے ہیں اُن سے روزِ قیامت میں بازپُرس و مطالبہ کی اہمیت کم ہو جائے (کہ مرگِ انبوہ جشنے دارد) پس اُس دن حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب سے صرف امر بالسجود کا مطالبہ باقی رہ جائے گا پس اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ تم کو سجود لغیر اللہ کا امر کس نے دیا ہے۔ یہ نہ فرمائے گا کہ مخلوق کے لیے سجدہ جائز نہیں۔ کیونکہ مخلوق خاص میں سجود میں از رُوئے حِس (ظاہر مثلاً کعبہ مکرّمہ کی طرف) اور خیالاً مثل روٗیا یوسف علیہ السّلام کی (سُورج چاند کے سجود میں) مشرُوع ہے۔

ودرصفحہ ۴۱۹ ازہماں جلد سمعت کلاماً غریباً الٰھیاً یقول من سجد لغیر الله عن امر الله قربة الی الله طاعة لله فقد سعد ونجا ومن سجد لغیر الله عن غیر امر الله قربة الله فقد شقی فان الله یقول وان المساجد للهِ فلا تدعوا مع الله احدا۔

اور اسی جلد سوم کے صفحہ ۴۱۹ میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عجیبہ کلامِ الٰہی سُنی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے امر سے غیر اللہ کو بغرض تقرّب الی اللہ وطاعۃً للہ کے سجدہ کیا وُہ سعید ہے اور نجات پائی۔ اور جس شخص نے سوائے امر اللہ کے غیر اللہ کو بغرضِ تقرّب الی اللہ سجدہ کیا پس وُہ شقی اور بدبخت ہُوا۔ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تحقیق مساجد صرف اللہ کے لیئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

ثم قال بعید ذالك فلذالك لا یصح السجود لغیر الله الا عن امر الله قال الله تعالیٰ اسجدوا لادم فالسجود لغیر الله والعبادة للهِ فلا تکون لغیر الله ابداً فانهٗ لا اعظم من الشرك۔

پھر تھوڑا سا اس کے بعد فرمایا کہ اسی لیے سوائے امر اللہ کے غیر اللہ کو سجدہ درست نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو پس سجود تو لغیر اللہ ہے (لیکن امتثالاً للامر) عبادت تو اللہ تعالےٰ کی ہے پس (بلحاظ امر اللہ) ایسا سجدہ لغیر اللہ کے حکم میں ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ بڑا نہیں۔

وقد قال المشرك ما نعبدھم الا لیقربونا الی الله زلفی فما عبد والشرکاء الا عیانھم فما اخذوا الا کونھم عبدوھم فان الله لا یامر خلقه ولا یصح ان یامر الله خلقه بعبادة مخلوق ویصح ان یامرنا بالسجود۔

اور ضرور مُشرک تو کہتا ہے کہ ہم بُتوں کی پُوجا (عبادت) محض تقرّباً الی اللہ کرتے ہیں پس مشرکوں نے معبُودانِ باطلہ کی عبادت ذاتی استحقاق کی بناء پر نہیں کی لیکن مشرک بوجہ عبادت لغیر اللہ کے ماخوذ ہیں (وجہ مواخذہ یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو کسی مخلوق کی عبادت کا امر نہیں کرتا۔ اور (شانِ غیرتِ اُلوہیّت سے) یہ صحیح بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو امر بعبادۃ (و تذلّل) مخلُوق کے کرے۔ ہاں یہ درست ہے کہ (کسی خاص حکمت کے لیے) امر بالسّجود کرے۔

فمن سجد عبادة لمخلوق عن امر الله او عن غیر امر الله

پس جس شخص نے مخلوق کی عبادت کے لیے سجدہ کیا خواہ وُہ سجدہ بامر اللہ ہو

لے شیخ اکبر رئیس اربابِ وحدت الوجُود کا فتویٰ پُورے غور کا مستحق ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی بھی مخلُوق کی عبادت کرنے والا خواہ یہ بھی دعویٰ کرے (باقی بر صفحہ آئندہ)

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

جائے انصاف است غور باید نمود۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باوجود افضلیۃ واعرفیۃ جہتِ سجدہ سنگ ہائے کعبہ مکرّمہ زادہا اللہ شرفاً را قرار دادہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باوجود آں اعتقاد برخلاف اسوۂ حسنہ منہجے نہ گزیدہ وہکذا اتباع اوشاں واتباع اتباع۔

جائے انصاف ہے۔ غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے باوجود (کُل مخلُوقات سے) افضل واشرف ہونے کے کعبہ مکرّمہ زادہا اللہ شرفاً کے پتھروں (دیواروں) کو جہتِ سجدہ قرار دیا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باوجود اس اعتقادِ افضلیۃ کے بُرخلاف طریقۂ حسنہ نبویہ کے کوئی اَور طریقہ اختیار نہیں کیا۔ اور ایسا ہی ان کے اتباع تابعین تبع تابعین نے بھی۔

حتیٰ کہ مقتدائے اہلِ وحدتِ وجُود شیخِ اکبر قدس سرّہ الاطہر درجلدِ ثالث فتوحات صفحہ ۴۰۸ مے فرمایند۔ ولہذا نہی فی الشرع ان یسجد انسان لانسان فانہ مثلہ من جمیع وجوھہ والشیئ لایخضع لمثلہ ولہذا لما سئل صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل اذا لقی الرجل اینحنی لہ قال لا قیل لہ ایصافحہ قال نعم۔

حتیٰ کہ قائلین وحدت وجُود کے مقتدا حضرت الشیخ الاکبر قدس سرّہ الاطہر فتوحاتِ مکیہ کی جلد سوم صفحہ ۴۰۸ میں فرماتے ہیں کہ شرع شریف میں انسان کو دُوسرے انسان کی طرف سجدہ کرنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ ہر انسان ہر وجہ سے (بحیثیّت انسانیت) دُوسرے انسان کا مماثل ہوتا ہے۔ اَور (فطرتاً) کوئی شے اپنی مثل کے آگے نہیں جُھکتی اَور انتہائی عجز کا اظہار نہیں کرتی۔ لہٰذا جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ بوقتِ ملاقات دُوسرے آدمی کے لیے جُھکنا چاہیئے یا نہ تو آپؐ نے جُھکنے سے منع فرمایا۔ پھر مصافحہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے اجازت دی۔

وبرصفحہ ۴۱۵ ازہماں جلد فرمُود۔ ولہذا رحم اللہ عباده[2] بھو وامرھو بہ من السجود لآدم وللکعبۃ ولصخرۃ بیت المقدس لعلمہ بما جعل فی عبادہ ان منھم من یسجد للمخلوقات عن غیر امر اللہ۔

اَور اسی جلد سوم کے صفحہ ۴۱۵ میں فرمایا ہے۔ اَور اسی لیے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر بوجہ مکلّف کرنے کے رحم فرما کر ان کو آدم علیہ السّلام (خلیفۃ اللہ فی الارض) اَور (بیت اللہ فی الارض) کعبہ مکرّمہ اور (شعائر اللہ) صخرہ بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ اپنے بندوں کی سُنّیت کا رُجحان جو کچھ اُس نے بنایا ہے خود اُسے معلوم ہے کہ ان میں بعض لوگ سوائے امر اللہ کے مخلوقات کو سجدہ کریں گے۔

فامر من امر من ملك وانسان بالسجود للمخلوقات وجعل ذالك عبادۃ یتقرب بھا الیہ سبحانہٗ لیقل السوال یوم القیامۃ عن الساجدین لغیر اللہ عن غیر

پس اس حکمت کی بنا پر ملائک وانسانوں کو (ترسیماً وترویجاً) مخلوقات کو سجدہ کا حکم دے دیا۔ اور اس سجدۂ مخلوقات کو عبادت باعثِ تقرّب الی اللہ سُبحانہٗ قرار دیا۔ تاکہ جو لوگ غیر اللہ کو سوائے امر اللہ کے سجدہ کر

---

[1] یہ مقام ایسے مدعیانِ تصوّف کے لیے خصُوصی توجّہ کے قابل ہے جو اپنے اکابر کی بدنامی کا مُوجب بن کر خود بھی گمراہ ہوجاتے ہیں اَور بہت جاہلوں کو بھی راہِ حق سے بھٹکا دیتے ہیں اَور صریح طور پر احکامِ شرعیہ نماز روزہ وغیرہ سے آزادی اختیار کر لیتے ہیں۔

[2] یعنی آدم علیہ السّلام یا کعبہ شریف اَور صخرۂ بیت المقدس کی طرف سجدہ ان چیزوں کی عبادت کے لیے نہیں بلکہ امرِ الٰہی کی اطاعت اَور خُدا کی عبادت ہے مخلوق کی عبادت جسے شریعتِ مطہرہ میں شرک قرار دیا گیا ہے کسی شریعتِ حقّہ میں اس کی اجازت ثابت نہیں۔ (مترجم)

باہر پھینک دیا ہے۔ کیونکہ اس خلوت سرائے وجوب میں ہم نے اپنی خودی موہومہ (امکانی و تنزلاتی) کو بیگانہ (مانع وصول حقیقت) سمجھ لیا۔

لہٰذا شاہبازانِ اوجِ وحدت کہ برزخ اند جامع مابین وجوب و امکان و مرآت اند واقع میانِ قدم و حدثان از یک روئے مظہر اسرار لاہوتی اند و از روئے دیگر مجمع احکام ناسوتی ذاتما لسان حال او شاں بدیں مقالہ متکلّم است و زبان جمعیّت شان بدیں ترانہ مترنّم از جامی علیہ الرّحمۃ رباعیہ ؎

اسی لیے شاہبازان (سالکان) اوجِ توحید کہ برزخِ جامعہ (واسطہ بین الحق والخلق) ہیں درمیان وجوب و امکان کے اور قدم و حدوث کے مابین آئینہ (حق نما) واقع ہیں۔ مدارج قربِ حق کی وجہ سے اسرارِ لاہوتی کے مظہر ہیں۔ اور دوسری وجہ (تنزلاتِ امکانی) سے احکام ناسوتی (انسان) کے مجمع ہیں۔ ان کی زبانِ حال (وارداتِ قلبی سے) اس قول کی متکلم ہے اور ان کی کلام جمعیّت (جامع اسرارِ حق) اس ترانہ کی مترنم (گیت گانے والی) کہ جامی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں۔

بر اوجِ کمال صبحِ صادق ماییم
حل نکت و کشفِ دقائق ماییم
سرّ حق و خلق از دلِ ما بیروں نیست
مجموعۂ مجموعِ حقائق ماییم

ہم کمالات کی بلندی پر صبحِ صادق کا ظہور ہیں۔ نکات تخلیق کا حل کرنے والے اور اسرارِ حقیقت کی باریکیاں کھولنے والے (بیان کرنے والے) ہم ہیں۔ حق اور خلق کا راز (توحید اور تخلیق کا بھید) ہمارے دلوں (قلوبِ مجلّی) سے باہر نہیں ہے۔ سب حقائق (واقعیہ اعتباریہ) کا مجموعہ (نمود) ہم ہیں۔

[illegible]ب صادق را از اوّل لاموجود الا اللہ آغاز انند و بسرحدِ نیستی و فنا میرسانند۔

(یہ بزرگوار) ابتدا سلوک سے طالبِ صادق کو (لا الٰہ الا اللہ معنی) لاموجود الا اللہ (نفی وجودِ غیر کا سبق) شروع کراتے ہیں اور انتہا رفنا و نیستی غیر کی سرحد (معرفت وجودِ حقیقی) تک پہنچا دیتے ہیں۔

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی
آخرِ ما جیب تمنا تہی

(مقولہ) جہاں پر دوسرے طرق سلوک کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ہماری ابتدا ہے اور ہماری انتہا سے تو تمنا طلب (رسومات غیریّت) کا قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے (مقام فنا و استغراق)۔

در حقِ ایشاں راست آید ؎

انہی بزرگواروں کے حق میں درست آتا ہے

مدرسہ میں عاشقوں کے جس کی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یار و فنا فی اللہ ہو

اور (مولانا نیاز احمد صاحب بریلوی کے اشعار کا مضمون کہ عشقِ حقیقی کی ابتدائی بسم اللہ مقامِ فنافی اللہ (کمالِ طلب و استغراق) سے ہے۔

حکایت حال ایں بزرگان است ؎

ان بزرگواران کی حکایت حال ہے

ایں زماں جاں دامنم بر تافتہ است
بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ است

(حضور سیدنا و سندنا مجمع البحرین جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ذوالمجد والتمکین سیادت و نجابت پناہ حضرت الشیخ السلطان السید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ وعن اسلافہ الکرام فرماتے ہیں) اس وقت میری روح بوئے پیراہن یوسف (آثارِ فیوضات محبوب مقتدا) سے بے تاب ہو رہی ہے۔

وہم چنیں چوں نظر کند بمراتب عقول ونفوس و افلاک وغیر ذالک۔ می گوید۔ این الحق؟ غافل ازیں کہ ایں ہمہ مظاہر اویند بے خبر۔ برادر ایں[1] ہمہ تمثیلات برائے توضیح است وتنزیل غیر معقول و محسوس بمنزلۂ آں والا آنجا کہ نہ کل است ونہ جزو نہ انحصار در مقیدات بل الآن کماکان ایں تمثیلات وتحدیدات کجا۔ بیت

اور ایسا ہی جب مراتب (تعینات) عقول ونفوس و افلاک وغیرہ کو تو دیکھ لیتا ہے (اگر حق کی طلب ہیں) کہتا ہے کہ حق (خدا) کہاں ہے اور اس معنی سے بے خبر ہے کہ یہ سب تعینات اسی کے مظاہر ہیں۔ اے برادر (متلاشیٔ معرفتِ حق) یہ سب تمثیلیں (مراتبِ توحید کے بیان کو) واضح کرنے کے لئے ہیں (جن میں) غیر معقول وغیر محسوس کو (بغرض تفہیم) بمنزلۂ معقول ومحسوس فرض کیا گیا ہے (کہ انسانی ذہنی تمثیلات کا معتاد ہے) ورنہ وہاں (وراء الورا میں) کہ نہ کُل ہے نہ جُز نہ انحصار در مقیدات و (مفہومات) بلکہ اب بھی (بعد تخلیقِ مناظرِ کائنات وتعینِ نظائرِ تنزلات اپنی ورائیتِ ذات وکمالِ صفات میں) ویسا ہی ہے جیسا کہ (نمودِ تعینات سے پہلے تھا)؛ یہ تعریفیں وتمثیلیں کہاں۔

عنقا شکارِ کس نشود دام بازچیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا ہے۔ اپنا دام اُٹھا لو۔
کیونکہ یہاں تو ہمیشہ شکاری کا ہاتھ خالی ہی رہتا ہے۔

ف۔ برادر ذکرِ ایں مضامین مستنبط از اصحابِ توحید وارباب مواجید برائے تنبیہ وتشویق است نہ مُوجبِ تحصیلِ کمال چہ معارفِ ایشان ذوقی وکشفی اند..... نہ نقلی وتقلیدی [148] نی۔

برادر سلوک معرفت ان مضامین (لطیفہ ومعارف نفیسہ) کا ذکر جو کہ اصحابِ توحید وارباب وجدانیات (ذوقی) کے کلمات طیبات سے اخذ واستنباط کئے گئے ہیں۔ برائے تنبیہ (غافلین) اور شوق و ترغیب (طالبینِ حق) کے ہیں۔ نہ مُوجب تحصیل کمالات کے۔ کیونکہ ان بزرگواروں (عارفین) کے معارف ذوقی اور کشفی ہوتے ہیں نہ۔ نقلی وتقلیدی یا عقلی واستدلالی (کہ محض ان کا ادراک ہی باعثِ تکمیل وسرمایۂ حصول ہو)۔

پس محض بقیل وقال آویختن وبساط مجاہدہ ومشقت درنوشتن دلیل جہالت است وحرمان وبطالت وخسران[2] ازگفتن

پس محض (زبانی) قیل وقال کے درپے ہونا اور (عملی) مجاہدہ و مشقت کا بساط لپیٹ لینا (معرفتِ حق سُبحانہٗ سے) جہالت اور

---

[1] یعنی یہ مثالیں محض تفہیم کے لئے فرضی اور خیالی ہیں ورنہ حق تعالیٰ (جل شانہٗ) ہر مثال سے منزّہ ہے۔ حضرت عارف رُومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو ؎

اے بروں از وہم وقیل وقالِ من ——— خاک برفرقِ من وتمثیلِ من

یعنی بحر وموج اور حباب وقطرہ وغیرہ یہ سب مثالیں محض غیر محسوس کو محسوس کے انداز میں پیش کرکے اہلِ سلوک کی تفہیم کے لیے ہیں ورنہ بمقتضائے لیس کمثلہٖ شیءٌ اللہ تعالیٰ ہر مثل ومثال سے پاک ہے۔ تصوف کی کتابوں یا صُوفیاء کے اشعار وغیرہ میں ان فرضی تمثیلات کو حقیقی تصوّر کرنا جہالت ہے۔ (مترجم)

[2] حضرت قدس سرّہٗ کے اِس ارشادِ گرامی سے ان مدّعیانِ معرفت کی آنکھیں کُھل جانا چاہئیں جو بزرگانِ دین کے ملفوظات وتصانیف پڑھ کر بغیر مجاہدہ مطا... کامل یونہی گھر بیٹھے بلند بانگ دعوے شروع کر دیتے ہیں۔ (مترجم)

فائدہ ہفتم

اربابِ توحید کے تفہیمی تمثیلات

بحر را حقیقتے بجز آبِ کثیر نیست اما چوں آں حقیقت متعیّن شود بصورتِ امواج موجش خوانند و بشکلِ حباب حبابش گویند۔ وہم چنیں چوں متصاعد شود بخار باشد و بعد تراکم ابر شود و بسببِ تقاطر باراں گردد۔ و او بعد از اجتماع و قبل از وصول بہ بحر سیل مے باشد و بعد حصول بہ بحر بحر۔

دریا کی حقیقت (نمود) بجز آبِ کثیر کے نہیں لیکن وہ حقیقتِ آبی جب بصُورتِ امواج (لہروں) کے متعیّن ہو۔ اُس کو موج دریا کہتے ہیں۔ اور حباب (بُلبلوں) کی شکلیں نمودار ہوں تو بُلبلا کہتے ہیں اور ایسا ہی جب (دریا کا پانی حرارتِ آفتاب و حبسِ ہوا سے) اُوپر کو متصاعد (بصُورتِ ذرّات) ہوتا ہے تو بُخار بنتا ہے اور (فضائے سماوی کی برودت) میں اجتماعِ بخارات بادل کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے اور (معصرات میں سے) بوجہ تقاطر (متواتر قطرے گرنے سے) بارش اور وہ بارش (زمین پر) مجتمع ہو کر دریا میں ملنے سے پہلے (ندی نالوں میں) سیلِ رواں ہوتا ہے۔ اور پھر دریا میں مل کر دریا ہو جاتا ہے۔

پس نیست ایں جا مگر امرے واحد با سامی متعدّدہ ہم چنیں حقیقتِ حق سُبحانہٗ نزدِ ایں بزرگواران نیست مگر وجودِ مُطلق کہ بواسطہ تقیید بمقیّدات مسمّیٰ می گردد با سامی مختلفہ اعنے عقل و نفس و فلک و اجرام و طبائع و موالید الیٰ غیر ذالک۔

پس یہاں (بیانِ توحید میں) درحقیقت ایک ہی چیز ہے جو کہ (مختلف تعیّنات و نعوتِ تنزّلات میں) اسمائے متعدّدہ سے موسوم ہے۔

صُورت از بے صورتی آمد بروں
باز شُد اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط (رُومیؒ)

ایسا ہی ان بزرگواران کے نزدیک حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کی حقیقتِ (ظاہرہ) محض وجودِ مطلق ہے جو بواسطہ تقیید کے مقیّدات (تعیّنات) متعدّدہ کے ساتھ مسمّیٰ باسمائے مختلفہ یعنی عقل و نفس و فلک و اجرام و طبائع و موالید وغیرہ ذالک کے ہوتا ہے۔

ہماں وجودِ مطلق از حضرت احدیّت بواحدیّت و از واحدیّت بحضرتِ ربوبیّت باز بحضرت کونیہ و از آں بحضرت جامعہ انسانیہ تنزّل فرمودہ چوں جاہل نظر کند بصورتِ موج و حباب و بخار و ابر و سیل گوید کہ بحر کجا است و نمے داند کہ بحر نیست اِلّا آب مطلق کہ بصورِ ایں مقیّدات برآمدہ است۔

اِسی وجودِ مطلق نے حضرتِ احدیّت سے واحدیّت اور واحدیّت سے حضرتِ ربوبیّت کی طرف پھر حضرتِ ربوبیّت سے حضرتِ کونیہ کی طرف اور حضرتِ کونیہ سے حضرتِ جامع انسانیہ کی طرف تعیّن و تنزّل فرمایا حقائق و معارفِ اشیا۔ کو نہ جاننے والا موج و حباب و ابر و سیل کی صورتوں سے (بہ ہیئت کذائی) دریا کو نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ دریا کہاں ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ دریا کی حقیقت تو صرف آبِ مطلق ہے جو کہ ان مقیّدات (موج و ابر و سیل وغیرہ) کی صُورتوں میں ظاہر ہے۔

اِس راہِ (طریقت) کی مشکلات

چہ دریں جا امتیاز میانِ تجلّی کہ بر تعیّن حقیقتِ جبرائیلیہ وحقیقتِ محمّدیہ علیہما الصّلوٰۃ والسّلام کہ اوّل القاءِ سُوَرِ قرآنیہ می فرماید وثانی مخاطب بآن باشد۔

کیونکہ اِس راہ (مشکل اطوار) میں (فیوضاتِ ظہور واردات اور وُرُودِ تجلّیات سے ناواقف کے لیئے) امتیاز درمیان تجلّی نوری کے جوکہ تعیّن حقیقتِ جبرائیلیہ وحقیقتِ محمّدیہ علیہما الصّلوٰۃ والسّلام پر کہ اوّل (حقیقتِ جبرائیلیہ) القائے سُوَرِ قرآنیہ (کا فیضان) کرتی ہے اور ثانی (حقیقتِ محمّدیہ مخاطب (بکلام اللہ) ہوتی ہے۔

وہم چنیں میانِ تجلّی کہ وجودِ سالک بعینہٖ مظہرِ حقیقتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام شدہ در ترنّم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ چشتی[1] رسُول اللہ درآید یا رفع اشتباہ میانِ تجلّی ملکی کہ نازل است بر سالک وتعیّن ملکی کہ نزول فرمودہ بود بر نبی از انبیاءِ سابقہ وبسبب تشابہ آن دو تعیّن دعوٰی عینیتِ آں نبی نماید بغیر از مدد سابقہ عنایتِ ازلیہ کہ اکثر واغلب از صورتِ پیر ظہُور می نماید دُشوار است ومتعسر۔

اور ایسا ہی امتیاز درمیان تجلّی (ظہوری) کے کہ سالک کا وُجود بعینہٖ مظہر حقیقت محمّدیہ ہوکر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ چشتی (سالک) رَسُوْلُ اللہ" کے ترنّم میں آتا ہے۔ یا (سالک کے مشاہدہ میں) رفع اشتباہ کا درمیان تجلّی ملکی کے (کہ قلب) سالک پر نازل ہے۔ اور تعیّن ملکی کہ انبیاءِ سابقہ میں سے کسی نبی پر اس فرشتہ نے نزول فرمایا ہو۔ (اور بمناسبت قلبِ سالک کے اس نبی کے قلب سے سالک پر تجلّی ملکی وارد ہوتا ہو) اور بسبب باہمی مشابہت ان دونوں تعیّن (تجلّی ملکی وتعیّن ملکی) کے سالک (فریبِ مشاہدہ سے) دعوٰی عینیت (بروزی) اس نبی کا کرتا ہے۔ تو بغیر مدد سابقہ عنایت ازلی کے۔ کہ اکثر واغلب احوال میں (وہ مدد ازلیہ) شیخ کامل کی صورت لطیفہ سے ظہور کرتی ہے دشوار اور مشکل ہے۔

اِن مشکلات کا حل

ف طالب را باید کہ اوّلاً نفی وجودِ موہوم بہ تکرار نفی واثبات و مداومت بر دوازدہ تسبیح معمولہ خواجگان نماید بعد ازاں دست [illegible] زند کہ المجاہدہ ثمّ المشاہدۃ الا در حق بعضے از اہلِ سعادت کہ [illegible] مقدّم است بر سلوک نصیبِ اوشان است المشاہدہ راست آید۔

طالب صادق کو لازم ہے کہ اوّلاً (بارادہ وخیال) نفی وجود موہوم کی کلمۂ نفی و اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ) کے تکرار سے اور بارہ [۱۲] تسبیح (بارہ سو [۱۲۰۰]) معمولہ خواجگان پر مداومت کرے، (جن کی تفصیل باشرائط کشکولِ کلیمی میں ملاحظہ فرماویں) بعد ازاں مراقبہ شروع کرے کیونکہ مشاہدۂ رُبُوبیّت مجاہدہ ومشقّت سے حاصل ہوتا ہے۔ ہاں بعض اہلِ سعادت کے حق میں کہ ان کے نصیب خوش نصیبی میں جذب (کششِ ایزدی) سلوک پر متقدم ہے۔ اوّل مشاہدہ پھر مجاہدہ درست آتا ہے۔

---

[1] بعض کم فہم لوگ اِس عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر غلط فہمی کا شکار ہوتے کہ یہ کلمہ گویا مطلوب ہے۔ حالانکہ مطلب ظاہر ہے کہ توفیقِ الٰہی اور مُرشد کی رہنمائی کے بغیر سالک کو ایسے تصوّرات وتخیّلات آتے ہیں جو نفع کے بجائے نقصان اور وصل کی جگہ حرمان وخُسران کی وادیوں میں جھٹکا دیتے ہیں اور ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں لہٰذا جس طرح مغالطہ کھا کر ظلّی بُروزی نبوّت کا دعوٰی باطل ہے ایسا ہی چشتی رسُول اللہ کہنا بھی محض مغالطہ ہے جس کا ازالہ شیخ کامل کے بغیر مشکل ہے۔ اسی لئے مُرشدِ کامل کے بغیر اِس راہ میں قدم رکھنا خطرناک ہے۔ (مترجم)

فائدہ ہشتم

حضراتِ قادریہ چشتیہ وجُودیہ کا طریقۂ توجّہ

طریقِ توجہ حضراتِ قادریہ وچشتیہ وجُودیہ رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ترتیب ایں نسبت چُناں است کہ طالب اوّلاً صورتِ شیخے کہ ایں نسبت ازو یافتہ باشد مثل بُرقع بپوشد تا آں زماں کہ اثر کیفِ بے خُودی کیفیتِ معہُودہ پدید آید۔

طریقۂ توجہ (باطنی) حضراتِ قادریہ وچشتیہ وجُودیہ رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس نسبتِ شریفہ کی ترتیب (اس طرح پر ہے) کہ اوّل طالب صادق اس شیخ کی صورت متبرکہ "جس سے یہ نسبتِ شریفہ حاصل کی" اپنے وجود پر مثل برقع کے احاطہ کیا ہوا تصور کرے (اور اپنے وجود کو کالعدم سمجھے) حتیٰ کہ بے خودی اور کیفیتِ معہُودہ (استغراق) کا اثر ظاہر ہو۔

پس مُلازم آں کیفیّت بودہ باآں صورت وخیال کہ آئینہ رُوحِ مطلق است متوجّہ بقلبِ حقیقی کہ عبارت است از حقیقت جامع انسانی گردد واگرچہ از حلول فی جزء دون جزء منزّہ است امّا او را از میان اجزاء جسم باایں قطعہ لحم صنوبری تعلق ونسبتے است کہ باغیرش نے۔

پس اِس کیفیّت کو لازم پکڑے ہوئے اس صورت (شیخ) اور خیال (صورت) کی معاونت سے جو کہ آئینہ رُوحِ مطلق ہے قلبِ حقیقی (کہ حقیقت جامع انسانی سے عبارت ہے) کی طرف متوجّہ ہو اور وُہ (مطلوبِ حقیقی مرجع ضمیر غائب) اگرچہ کسی خاص اجزاء میں حلول سے منزّہ ہے لیکن اس کو اجزائے جسمِ انسانی (سرمایہ دارِ معرفت) میں سے گوشت کے اس صنوبری ٹکڑے (دل معرفت منزل) کے ساتھ وُہ نسبت ہے کہ دُوسرے اجزاء سے نہیں ہے۔

حواس وفکر وخیال ہمہ را گزاشتہ بر درِ دل نشیند ومراقب من نیم اوست گردد۔

حواس (بدنی کے احساسات) وفکر وخیال (ذہنی کے تخیلات) سب کو معطّل کر کے (طالب صادق) درِ دل پر متوجّہ اور مستقیم رہے اور اعتقاداً "من نیم اوست" (یہ میرا تعیّن ونمود اپنے وجود سے قطعاً قائم نہیں۔ بلکہ اُسی وجُودِ حقیقی کا ظل ہے اور محض تعبیر مظاہر کا عنوان ہے جس کی کوئی ہستی نہیں ۔ الملک لمن غلب نا ایست زمن باقی۔ کا مراقبہ (دھیان) کرے کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

برادر دریں راہ او دیہ ومہالک بے شمار اند لہٰذا بے بدرقہ توفیق ورفیق شفیق بجاتے نفع ضرر ووصل حرمان خسران عائد می گردد۔

اے برادر سالکِ طریقت اس راہ (سلوکِ معرفت) میں بے شمار پُرخطر وہلاکت آفرین گھاٹیاں ہیں۔ اس لئے سوائے بدرقہ توفیقِ ربّانی اور رفیقِ شفیق (مُرشدِ کامل ومہربان) کے بجائے نفع (وصول) کے ضرر وخذلان اور بجائے وصل وکامیابی کے محرومی وزیاں کاری عائد ہوتی ہے۔

وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُمِّ ایمن رامیراث یافتہ بُودند از پدرِ خود عبد اللہ۔ پس چُوں کلاں شدند آں را آزاد ساختند و در نکاحِ زید بن حارثہ دادند۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اُمِّ ایمن حبشیہ نے جس کا نام بُرکہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو وہ اپنے والد عبد اللہ سے میراث میں ملیں پس جب آپؐ جوان ہوئے اُس کو آزاد کر کے زید بن حارثہ کے نکاح میں دے دیا۔

ووفات یافت عبد اللہ والدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم در شکمِ والدہ خود بُودند و بعضے گفتہ اند طفلِ دو ماہ بُودند و بعضے گفتہ اند ہفت ماہ و بعضے بست و ہشت ماہ۔ و در سِنِّ چہار سالگی وفات یافت والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و بعض گفتہ اند طفلِ شش سالہ۔ و بُود متکفّلِ پرورشِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جدِّ او صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عبد المطّلب ووفات یافت عبد المطّلب چوں عمرِ شریف بہ ہشت سال و دو ماہ و دہ روز رسید پس ابُوطالب متکفّلِ پرورشِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابھی اپنی والدۂ ماجدہ کے شکم میں تھے کہ آپؐ کے والدِ بزرگوار حضرت عبد اللہ فوت ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم طفلِ دو ماہ تھے بعض نے کہا سات ماہ کے اور بعض نے کہا کہ دو سال اور چار ماہ کے تھے۔ آپ کی عمر شریف چار سال کی ہُوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ فوت ہوئیں۔ اور بعض نے کہا کہ چھ سال کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پرورش کے متکفّل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دادا عبد المطّلب ہوتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عمر شریف آٹھ سال دو ماہ دس روز کی ہوتی تو حضرت عبد المطّلب نے وفات پائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچا ابوطالب متکفّل ہوتے۔

چُوں رسید عمرِ شریف بہ دوازدہ سال و دو ماہ و دہ روز بیرون آمدند ہمراہِ عمِّ خود ابُوطالب بجانبِ شام پس چُوں بہ شہرِ بُصری رسیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم را بحیرا راہب دید و شناخت بعلامتے کہ مے دانست پس پیشِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آمد و گرفت دست [illegible] گفت ایں رسُولِ رب العٰلمین است خواہد فرستاد ایں را [illegible]مت باشد جہانیاں را بر آئینہ وقتیکہ شما آمدید نہ ماند ہیچ سنگے و نہ درختے مگر کہ بسجدہ اُفتاد و سنگ و درخت سجدہ نمے کنند مگر پیغمبر را و بر آئینہ مے یابم صفتِ او در کتاب ہائے خود و گفت ابُوطالب را اگر مے بری او را صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بجانبِ شام البتہ خواہند گشت او را یہود۔ پس ابُوطالب آنحضرت را صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باز بہ مکّہ فرستاد۔

جب عمر شریف بارہ سال دو ماہ دس روز کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے چچا ابُوطالب کے ہمراہ سفرِ شام کو نکلے۔ پس جب شہرِ بُصری میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بحیرا راہب نے اپنی معلومہ علامت سے پہچان لیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس آ کر ہاتھ مُبارک کو پکڑ لیا اور کہا کہ یہ رسول رب العٰلمین ہیں۔ اِن کو خُدائے تعالیٰ رحمۃً للعالمین بنا کر مُرسل فرمائے گا۔ جب تم لوگ آئے تو کوئی درخت اور پتھر نہ رہا کہ جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور پتھر و درخت سوائے نبی کے دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور تحقیق میں ان کی صفت اپنی آسمانی کتابوں میں پاتا ہوں۔ پھر ابُوطالب کو کہا۔ اگر آپ ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ملک شام کی طرف لے جائیں تو یہود ضرر کے درپے ہوں گے۔ پس ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پھر مکّہ شریف واپس کر دیا۔

بعدہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بارِ دوم بہ شام آمدند با میسرہ غلامِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در تجارتے کہ برائے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بود پیش از آمدن او در عقدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و چُوں

بعدہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ دوبارہ مُلک شام کو بغرضِ تجارت برائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبل از عقدِ نکاح تشریف لے گئے۔ جب حُدودِ شام

وصل در بیان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرستادہ شدہ است بسُوئے ہمہ بنی آدم بلکہ ہمہ مخلوق وہو ابن عبد اللہ بن عبد المُطّلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تا ایں جا متّفق علیہ است و ما بعد آں تا حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اختلافِ کثیر دارد۔ و مادرِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آمنہؓ است بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن قصی بن کلاب بن مرّۃ۔

ولادتِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم روزِ دوشنبہ از شہرِ ربیع الاوّل از سالیکہ واقعۂ فیل در آں بود۔ و بعضے بتاریخ دوم و بعضے سوم و بعضے دوازدہم و بعضے غیر ازیں نیز گفتہ اند۔ و در حرکت آمد شبِ میلاد شریف کوشکِ کسریٰ تا آنکہ شنیدہ شُد آوازِ وَے و افتادازاں چہاردہ[1] کنگرہ و مُردِ آتشِ فارس و نہ مُردہ بُود پیش ازاں بہ ہزار سال و خشک شُد چشمۂ ساوہ۔

و شیر داد اورا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حلیمہؓ بنتِ ابی ذویب و شگافتند سینۂ اورا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نزدِ حلیمہؓ و پُر کرد آں را بدانش و ایمان بعد ازاں کہ بیروں آوردند نصیبِ[3] شیطان را ازاں جا و نیز شیر داد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ثوبیہ کنیزک ابی لہب و در کنار داشت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُمّ ایمن حبشیہ کہ نامش برکہ است۔

محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب بنی آدم بلکہ سب مخلوق کی طرف مُرسل ہیں شجرۂ نسب محمّد بن عبد اللہ بن عبد المُطّلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک تو متّفق علیہ ہے اس سے اُوپر آدم علیہ السّلام تک بہت اختلاف ہے۔ والدۂ بزرگوار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آمنہ بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ ہیں۔

ولادتِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یوم سوموار ماہ ربیع الاوّل عام الفیل میں بعض کے نزدیک دُوسری بعض کے نزدیک تیسری بعض کے نزدیک بارھویں تاریخ اور بعض نے اس کے سوا بھی کہا ہے۔ شبِ میلاد شریف میں کسریٰ کا محل حرکت میں آیا تا آنکہ اس کا آواز سُنا گیا اور اس سے چودہ[14] کنگرے گر پڑے۔ ہزار سال کی جلتی ہوئی آتشِ فارس اُس رات کو بُجھ گئی۔ اس سے پہلے ہزار سال سے لگاتار جلتی رہی اور چشمۂ ساوہ خشک ہو گیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرتِ حلیمہؓ بنتِ ابی ذویب نے دُودھ پلایا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سینۂ مُبارک حضرتِ حلیمہؓ کی حوالگی کے زمانہ میں ملائکہ نے شگاف کیا اور شیطان کا حصّہ وہاں سے نکال کر دانش و ایمان سے پُر کر دیا اور نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ثوبیہ کنیز ابی لہب نے دُودھ پلایا اور گود میں اُٹھایا

---

[1] ماخوذ است از صحاح و کُتبِ سِیَر و کلام افضل متاخّرین مسمّٰی بہ سرور المحزون[2] منہ ۱۲۔ سیرت کا یہ حصّہ احادیثِ صحاح اور سیرت کی کتابوں اور کتاب سرور المحزون سے ماخوذ ہے۔ (مترجم)

[2] سرور المحزون حضرت حکیم الاُمّت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی تالیف ہے۔

[3] یعنی سینہ کے اندر جس مقام کو شیطان وسوسہ ڈالنے کے لئے استعمال کرتا ہے وُہ ٹکڑا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سینۂ طاہرہ سے سرے سے نکال دیا گیا تاکہ شیطان کی اُمید ہی ختم ہو جائے۔ (مترجم)

حُلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وبُودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میانہ قد۔ سفید رنگ آمیختہ بہ سُرخی وو درمیانِ ہر دو شانہ مُبارک قدرے بُعد بود و میرسیدند مُوئے مُبارک بہ نرمۂ گوش وگاہے مابینِ نرمہ وکتف وگاہے بر کتف۔ ونہ رسیدہ بُودند در سر وریش مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم در حدِ پیری بست مُوئے سفید۔ وبُود صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بس روشن کہ می درخشید چہرۂ مُبارک مانندِ ماہِ شبِ چہاردہم۔ اگر خاموش می شدند ظاہر می گشت مہابت وعظمت واگر تکلّم مے فرمُودند ظاہر مے شد لطف ونازکی اگر کسے از دُور مے دید ادراک مے کرد جمال ونازکی واز نزدیک ملاحت وشیرینی۔ حدیث مروی از عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا "انا اصلح و اخی یوسف اصبح" ازیں معنے خبر مے دہد۔ بیت ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میانہ قد۔ سُرخی لیے سفید رنگ تھے۔ ہر دو شانۂ مُبارک میں قدرے فاصلہ تھا۔ بال مُبارک نرمۂ گوش تک گاہے مابینِ نرمہ وشانہ وگاہے شانہ تک پہنچتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سر وریش مُبارک میں بڑھاپے میں سفید بال بیس تک نہ پہنچے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ مُبارک بہت روشن تھا کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگاتا۔ اگر خاموش ہوتے ہیبت وعظمتِ الٰہی ظاہر ہوتی۔ اور اگر کلام فرماتے تو لُطف ونزاکت (بشری) نمودار ہوتی۔ دُور سے دیکھنے والا جمال ونزاکت کو ادراک کرتا اور نزدیک سے ملاحت وشیرینی۔ حدیثِ مروی عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا "میں ملیح ہُوں اور بھائی یُوسف صبیح ہیں"۔ اِسی معنے سے خبر دیتی ہے۔

شاہد آں نیست کہ مُوئے ومیانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

معشوقیّت صرف زلف اور پتلی کمر سے نہیں ہوتی۔ اِس لطیف صُورت کا غلام ہونا چاہیئے کہ جس میں آن ہو۔

ع۔ تری کس کس آن پر کوئی مَرے

(یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تیری کس کس آن پر کوئی مَرے۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علیہ وآلہٖ قدر حسنہٖ وجمالہٖ۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علیہ وآلہٖ قدر حسنہٖ وجمالہٖ۔

وبود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کشادہ پیشانی دراز و باریک ابرُو غیرِ متّصل، بلند بینی، نرم رُخسارہ، کُشادہ دہن، روشن و کشادہ دندان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کُشادہ پیشانی تھی اور دراز وباریک ابرُو غیرِ متّصل، بلند بینی، نرم رُخسارہ، کُشادہ دہان، روشن وکُشادہ دندان مُبارک تھے۔

اللّٰھم صل وسلّم علی اقنی الانف وازج الحاجبین ومفلوج الاسنان۔

اللّٰھم صل وسلّم علی اقنی الانف وازج الحاجبین ومفلوج الاسنان۔

وبود میانِ دو شانۂ مُبارک مُہرِ نبوّت وے گفت راوی کہ ندیدہ ام پیش ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ونہ بعدِ آں مثلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

اور ہر دو شانۂ مُبارک کے درمیان مُہرِ نبوّت تھی۔ راوی کہتا ہے کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پہلے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔

و فرمُود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نامِ من مُحمّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم است واحمد وماحی کہ بسببِ من نابُود میکند خدائے تعالےٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میرا نام مُحمّدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)، واحمد وماحی ہے کہ میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کُفر کو محو کرتا (مٹاتا)

سال بُود بعدازاں بہ ہشت ماہ بست و یک روز وفات یافت ابُوطالب و وفات یافت خدیجہ رضی اللہ عنہا بعد ابی طالب بہ سہ روز۔

درخدمتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جنِ نصیبین مشرّف باسلام شدند۔ دروقتیکہ رسیدہ بود عمر شریف بہ پنجاہ سال و سہ ماہ۔ وخدائے تعالیٰ مخصُوص فرمُود اورا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہ معراج و عمُر شریف دراں وقت پنجاہ و یک سال و نُہ ماہ بُود نخست از بیتِ اُمِّ ہانی بسُوئے حطیم وکعبہ تشریف آوردند۔ بعدازاں[۱] بُراق حاضر کردند۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سوار شدند برآں و بہ بیت المقدّس رسیدند بعدازاں برداشتہ شُدند بسُوئے آسمانہا و فرض گردانیدہ شد نمازِ پنجگانہ وچُوں عُمر شریف بہ پنجاہ و سہ سال رسید ہجرت کردند از مکّہ بسُوئے مدینہ روزِ دوشنبہ ہشتم ربیع الاوّل و داخل شدند در مدینہ روزِ دوشنبہ وآنجا اقامت نمُودہ دہ سال تمام بعدازاں متوفّیٰ شدند درآں بقعۂ مُبارکہ۔ و در تاریخ ہائے مذکورہ عُلماء را اِختلاف است کہ در کتبِ مطولہ تواں یافت۔

ولود غزوات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دریں مدّت بست و پنج وبقولے بست و ہفت وکارزار کردند ازاں جُملہ در ہفت غزوہ بدر و اُحد وخندق و بنی قریظہ و بنی المصطلق وخیبر وطائف وبقولے در وادی القریٰ و غابہ و بنی نضیر و بودند بعوث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قریب بہ پنجاہ و بعث عبارت از آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لشکرے بجانبے فرستند وخود بنفسِ نفیس دراں لشکر نباشند

و حج گذاردند بعد فرضیت یک بار وقبل ازاں دوبار و بیرون آمدند از خانۂ مُبارک در حجّۃ الوداع در روزِ شنبہ بعدازاں کہ شانہ کردند و روغن

تھی آٹھ ماہ اکیس روز کے بعد حضرت ابوطالب نے وفات پائی تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عُمر شریف پچاس سال تین ماہ ہوئی اس وقت نصیبین کے جن حاضر خدمت ہو کر مشرّف باسلام ہوئے۔ جب عُمر شریف اکیاون سال نو ماہ کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معراج سے مخصوص فرمایا۔ اوّل حضرت اُمِّ ہانی کے گھر سے حطیم وکعبہ میں تشریف فرما ہُوئے وہاں پر بُراق حاضر کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُس پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف اُٹھائے گئے۔ وہاں پنج وقتہ نماز فرض کی گئی۔ ترپن[۵۳] سال کی عمر شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بروز سوموار آٹھ ربیع الاوّل مکّہ شریف سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور مدینہ شریف میں بروز سوموار داخل ہوئے اور وہاں پُورے دس سال اقامت فرمائی۔ بعدہٗ اِسی بقعۂ مُبارک میں متوفّیٰ (مدفون) ہُوئے مذکورہ تاریخوں میں عُلماء کا اختلاف ہے جو بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

اِس مدّت (دس سال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غزوات پچیس[۲۵] ور ایک قول میں ستائیس[۲۷] ہیں۔ ازاں جُملہ سات غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جنگ کی۔ بدر، اُحد، خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر، طائف۔ ایک قول میں وادی قریٰ، غابہ اور بنی نضیر میں بھی جنگ کی بعوث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پچاس کے قریب تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کسی جانب لشکر روانہ فرمادیں اور خود بنفسِ نفیس اس میں شریک نہ ہوں تو اس کو بعث کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بعد فرضیّت ایک بار اور قبل فرضیت دوبار حج ادا فرمایا۔ حجّۃ الوداع میں گھر مُبارک سے یوم سوموار کنگھی کرکے

۱؎ حضرتؒ نے اختصار فرمایا روایات میں تفصیل ہے کہ حضرت اُمِّ ہانی کے گھر سے حطیم اور کعبہ شریف میں تشریف لانے کے بعد مسجد الحرام کے دروازہ سے براق پر سوار ہوئے اور بیت المقدّس تشریف فرما ہو کر انبیاء علیہم السّلام کی امامت فرمائی اور بعدازاں عالمِ بالا کا سفر شروع ہوا۔ (مترجم)

۲؎ چنانچہ قبا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قیام کے دنوں اور مدینہ عالیہ میں تشریف لے جانے کی تاریخ میں کچھ اختلاف ہے۔ اکثر مؤرّخین کے نزدیک سوموار ربیع الاوّل میں قبا تشریف لائے۔ پھر آئندہ جمعہ یا زیادہ ایّام وہاں قیام فرما کر جمعہ کے دن مدینہ عالیہ تشریف فرما ہوئے۔ ۱۲ فیض عفی عنہ

وعلیٰ قلبہ فی القلوب۔

قلبہ فی القلوب۔

وشنیدہ مے شد در وقتِ خواب دمِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وغطیط ظاہر نمے شد۔ وآں صُورت منکر است کہ از بعضے خفتگان شنیدہ مے شود۔ وچُوں مے دیدند در خواب چیزے کہ پسند نمے کردند مے گفتند ھو اللہ لاشریک لہٗ۔

بوقتِ خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سانس مُبارک کی آواز سُنی جاتی لیکن سخت آواز ظاہر نہ ہوتی۔ جیسے بعض سونے والے خراٹے لیتے ہیں۔ جب خواب میں کوئی ناپسند چیز نظر آتی فرماتے۔ ھو اللہ لاشریك لہٗ۔

وچُوں بمحلِ خفتن آرام مے گرفتند مے گفتند۔ ربّ قنی عذابك یوم تبعث عبادك۔

جب سونے سے آرام ملتا فرماتے۔ "ربّ قنی عذابك یوم تبعث عبادك۔" اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے بچانا جس دن کہ اپنے بندوں کو مبعوث فرمائے گا۔

وچُوں بیدار شدند مے گفتند الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا والیہ النشور۔

جب بیدار ہوتے تو فرماتے "الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا والیہ النشور۔" اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا۔

نمے خوردند صدقہ و تناول مے کردند ہدیہ را و صدقہ آں است کہ برائے طلبِ ثواب بہ فقیراں مے دہند وخصوصیّتِ ایں شخص منظور نباشد۔ وہدیہ آں است کہ برائے اکرامِ ایں شخص باشد۔ واگر کسے ہدیہ بخدمتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مے فرستاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بمقابلۂ آں مثل آں یا بہتر ازاں باآں شخص عنایت مے کردند وتکلف نمے کردند در خوردنی و در وقتِ فاقہ وشدتِ جُوع سنگ مے بستند بر شکمِ مبارک تا کہ بے طاقت نشوند۔

صدقہ نہ کھاتے اور ہدیہ تناول فرماتے۔ صدقہ وہ ہوتا ہے کہ طلبِ ثواب کے لئے فقیروں کو دیتے ہیں اور خصوصیت اس شخص موہُوب لہٗ کی منظور نہ ہو۔ اور ہدیہ وُہ ہوتا ہے کہ جس کو دیا جائے اُس کا اکرام منظور ہو۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ہدیہ ارسال کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کی مثل یا اس سے بہتر اس شخص کو عنایت فرماتے۔ کھانے میں تکلف نہ فرماتے۔ فاقہ اور شدّتِ بھُوک کے وقت پیٹ مبارک پر پتھر باندھتے تاکہ بے طاقت نہ ہوں۔

خدائے تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم را کلیدِ خزانہائے زمین عطا کردہ بُود پس آں را قبول نہ کردند و آخرت را اختیار نمودند۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خزانہ ہائے زمین کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے قبول نہ کیا اور آخرت کو اختیار فرمایا۔

وخوردہ اند نان بسرکہ و فرمودند نیک نان خورش است سرکہ وخوردہ اند گوشت ماکیاں وحباری و آں طائریست معروف و دوست مے داشتند کدو را و گوشت دستِ بُز را و فرمودند بخورید زیت را و در بدن مالید او را ہر آئینہ کہ وے درخت مُبارک است۔ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مے خوردند بسہ انگشت وبعد فراغ مے لیسیدند آں انگشتان را و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

روٹی سرکہ کے ساتھ کھائی اور فرمایا سرکہ واہ واہ سالن ہے۔ مُرغی اور حباری کا گوشت کھایا اور حباری ایک معرُوف پرندہ ہے۔ کدّو کو اچھا جانتے۔ بکری کی اگلی ٹانگوں کا گوشت پسند فرماتے۔ اور فرمایا روغنِ زیت کھاؤ اور بدن پر مالش کرو کہ یہ درخت مبارک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تین اُنگلیوں سے کھاتے اور بعد فراغ کے اُن کو چاٹتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جَو کی روٹی

کفر را۔

وحاشر کہ پیش از ہمہ محشور خواہم شد۔

وعاقب کہ بعد من ہیچ نبی نہ خواہد شد۔

ودر روایت دیگر مقفٰے ونبی التوبۃ ونبی الرحمۃ ونبی الملحمہ نیز آمدہ۔ حق سُبحانہ وتعالیٰ اورا مسمّی نمودہ بشیر ونذیر ورؤف ورحیم و رحمۃ للعالمین ومحمّد واحمد وطٰہٰ ویٰسین ومُزمّل ومدثّر وعبداللہ وعبد ومنذر واسمار دیگر نیز اند وایں اسمار بیان صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم است۔

وپُرسیدہ شد عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا از خُلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ گفت کان خلقہ القرآن یعنے در ہمہ احوال چہ لُطف وچہ غضب حسب فرمُودہ حق سُبحانہ وتعالےٰ عمل مے فرمُودند واز کسے انتقام برائے نفسِ نفیسِ خود نمے گرفتند لیکن وقتیکہ ضائع کردہ مے شد حقّے از حقوق اللہ وللہ در البوصیری حیث قال ؎

فھو الذی تم معناہ وصورتہٗ
ثم اصطفاہ حبیبًا باریٔ النسم

وہیچ کس تابِ خشم نمے آورد وقتیکہ بخشم مے آمدند۔ و بُود شجاع ترین مردم وسخی ترین وکریم ترین وہرگز نہ بُود کہ سوالے کردہ شود از وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چیزے پس فرمودہ باشد نہ ہم۔

؎ اکرم بخلق نبی زانہ خلق
بالحسن مشتمل بالبشر متسم
کالزھر فی ترف والبدر فی شرف
والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

وشب نمے ماند در خانہ مُبارک دینارے ونہ درہمے واگر

ہے۔

اور (میرا نام) حاشر ہے کہ سب سے پہلے محشور ہوں گا۔

اور عاقب کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

دُوسری روایت میں مقفّٰی[1] ونبی التوبۃ ونبی الرحمۃ ونبی الملحمۃ[2] بھی آیا ہے حق سُبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بشیر ونذیر ورؤف ورحیم ورحمۃ للعالمین و محمّد واحمد وطٰہٰ ویٰسین ومُزمّل ومُدثّر وعبداللہ وعبد ومنذر ان اسمار سے مسمّٰی فرمایا۔ ان کے علاوہ اور اسمار بھی ہیں۔ یہ اسمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات کا بیان ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کے خُلق کریم کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ آپ کا خُلق قرآن ہے یعنی ہر حال لُطف و غضب میں فرمُودہ حق سُبحانہ وتعالیٰ کے مُطابق عمل فرماتے۔ اور کسی سے اپنے نفس نفیس کے لیے انتقام نہ لیتے لیکن جب حقوق اللہ سے کوئی حق ضائع کیا جاتا تو اس کا انتقام لیتے) علّامہ بوصیری (صاحب بُردہ) نے کیا خُوب کہا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ کریم معنیً وصورتًا کامل ہے۔ مزید برآں آپ کو اللہ تعالیٰ خالق مخلوقات نے اپنا محبوب برگزیدہ فرمایا۔

اور کوئی شخص جب آپ کو غصّہ آتا تو آپ کے غصّہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شجاع ترین، کریم ترین، سخی ترین مخلوقات تھے کبھی ایسا موقع ہرگز نہیں ہوا کہ کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے ردّ فرمایا ہو۔ امام بوصیری نے کیا خُوب فرمایا کہ:۔

کہ آپ خلق اور صُورت میں کیا ہی خُوب تر تھے۔ جیسے خُلق کریم نے مزید زینت بخشی آپ حسن پر مشتمل اور خوبیٔ اخلاق سے موصُوف ہیں تازہ پھُول کی طرح نرم اور شرف میں چودھویں کے چاند ہیں۔

جُود وکرم میں بحر اور ہمّت میں ایک مکمل جہان ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گھر مُبارک میں رات تک درہم ودینار

---

[1] مقفّی اسم فاعل بھی عاقب کے معنی میں ہے۔

[2] ملحمہ کا معنی حرب یا شدّت حرب ہے کیونکہ آپ نے راہِ خُدا میں پُرزور جہاد کیا اس لیے نبی الملاحم سے موسوم ہوتے۔ ۱۲

خوردہ اند نانِ جَو را با خُرمائے خُشک و خربزہ با خرمائے تر و خُرما را بمسکہ و رغبت مے داشتند با شیرینی و شہد و آب نشستہ می خوردند و درمیان آب نوشیدن ۳ بار آوندرا از دہن جُدا کردہ دم می گرفتند و چُوں می خواستند کہ آب باقی ماندہ را با اصحاب عنایت کنند از جانب راست شروع مے کردند۔

یک بار شیر آشامیدند۔ آنگاہ فرمودند ہر کہ چیزے از ماکولات خورد باید کہ بگوید اللّٰھم ارزقنا خیرًا منہ۔ و ہر کہ شیر آشامد باید کہ بعد ازاں بگوید اللّٰھم بارك لنا فیہ وزدنا منہ و فرمودند نیست چیزے کہ کفایت کند بجائے خوردنی و نوشیدنی ہر دو غیر شیر۔

و آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم مے پوشید جامۂ پشمین و در پاہے میکردند نعل دوختہ و پیوند کردہ و تکلّف نمے کردند در پوشیدنی و بہترین جامہ ہا نزدیکِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم قمیص بُود۔ چُوں جامۂ نو مے پوشیدند مے گفتند اللّٰھم لك الحمد کما البستہ واسئالك خیرہ و خیر ما صنع لہٗ۔ و خوش مے شدند از جامہائے سبز و احیانًا یک چادر مے پوشیدند کہ جُز آں بر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نبود مے بستند دو گوشۂ او را میانِ دو شانۂ خود یعنی شملہ و مے پوشیدند روزِ جمعہ چادرِ سُرخ بعضے گویند آں چادر مخطّط بود بخطوطِ سُرخ۔

و مے پوشیدند انگشتری از سیم کہ نقش آں محمّد رسول اللہ ... اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم بُود در خنصرِ دستِ راست و گاہے خنصرِ دستِ چپ ... م خورد ترین انگشتان است۔

و دوست مے داشتند خُوشبو را و ناخوش شُدند از بُوئے بد و مے فرمُودند ہر آئنہ اللہ تعالیٰ نہادہ است لذّت من در زنان

خُرمائے خشک سے اور خربُوز خُرمائے تر سے اور کھیرہ خُرمائے تر سے اور خُرما کو مسکہ کے ساتھ کھایا۔ شیرینی و شہد کو مرغوب جانتے پانی بیٹھ کر پیتے اور پانی پینے میں تین بار برتن کو دہن مُبارک سے جُدا فرماتے جب باقی ماندہ پانی اصحاب کو عنایت فرمانا چاہتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔

ایک دفعہ دُودھ پیا پھر فرمایا کہ جو کھانے کی کوئی چیز کھائے تو کہنا چاہیئے۔ اللّٰھم ارزقنا خیرًا منہُ[1]۔ جو کوئی دُودھ پیئے تو چاہیئے کہ اس طرح کہے اللّٰھم بارك لنا فیہ وزِدْنا منہُ[2]۔ اور فرمایا کہ کوئی چیز دُودھ کے سوا ایسی نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کو کفایت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم پشمینہ کا کپڑا پہنتے اور پاؤں مبارک میں پیوندزدہ جُوتیاں پہنتے۔ لباس میں تکلّف نہ فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے نزدیک بہترین جامہ قمیص (کُرتہ) تھا جب کپڑا نیا پہنتے فرماتے۔ اللّٰھم لك الحمد کما البستہٗ وَ اَسئالك خیرہٗ وخیر ما صنع لہٗ[3]۔ اور سبز کپڑے کو بہت پسند فرماتے۔ گاہے گاہے صرف ایک چادر پہنتے کہ اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ہوتا۔ چادر کے دونوں کونوں کو دو شانوں کے درمیان شملہ باندھتے۔ جمعہ کے روز چادر سُرخ باندھتے۔ بعض نے کہا اِس چادر میں سُرخ لکیریں تھیں۔

چاندی کی انگشتری جس کا نقش نگین مُحمّد رّسُول اللہ تھا، دائیں ہاتھ کی خنصر میں پہنتے اور گاہے بائیں ہاتھ کی خنصر میں سب سے چھوٹی اُنگلی کا نام خنصر ہے۔

خُوشبُو کو پسند فرماتے۔ بُوئے بد سے ناخوش ہوتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری پسندیدگی عورتوں اور خوشبو میں رکھی ہے۔ اُور میری

---

[1] اے اللہ! اِس سے بھی اچھی غذا دے۔

[2] اے اللہ! ہم کو اِس میں برکت دے اور یہی زیادہ عطا فرما۔ ۱۲

[3] اے اللہ! تیری حمد ہے جیسا کہ تو نے یہ لباس پہنایا میں اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس امر کے لیے یہ لباس بنایا گیا اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔

و اسماء[1] جونیہ گویند چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست بوے رساند۔ گفت۔ اعوذ باللہ منک[2] پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفارقت کردند۔

اسماء جونیہ تھی۔ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہاتھ لگایا تو کہنے لگی "اعوذ باللہ منک" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جدا کر دیا۔

و عمرہ بنتِ یزید[2] و زنے از غفار و عالیہ بنتِ ظبیان و ایں ہمہ را طلاق دادند قبل زفاف و بنتِ الصلت و وے بمرد پیش از آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوے نزدیک شوند۔

عمرہ بنتِ یزید ایک عورت قبیلہ غفار سے اور عالیہ بنتِ ظبیان۔ اِن سب کو قبل رخصتی طلاق دی۔ اور بنت الصلت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہونے سے پہلے فوت ہوئیں۔

و زنے دیگر چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواستند کہ نزدیک شوند، فرمودند ھبی لی نفسک نفسِ خود بمن دہ۔ گفت ہیچ زنِ رئیسہ نفسِ خود را ببازاری مے دہد؟[3] پس جدا ساختند اورا۔

ایک اور عورت تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نزدیک جانا چاہا تو فرمایا ھبی لی نفسک تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر۔ اُس نے کہا کوئی رئیسہ عورت اپنا نفس بازاری آدمی کو دیتی ہے؟ پس اُس کو جدا فرمایا۔

و خطبہ کردند زنے را پس پدرش گفت کہ وے داغ سفید دارد۔ و بوے ہیچ علت نبود۔ چوں رجوع کرد۔ داغ سفید یافت۔

ایک اور عورت کو خطبہ کیا۔ اس کے باپ نے کہا کہ اس کے سفید داغ ہیں حالانکہ درحقیقت اس کی کوئی علت نہ تھی جب رجوع کیا۔ داغ سفید ظاہر پائے۔

و خطبہ کردند زنے را از پدرش۔ وے صفتِ وے بیان کرد۔ گفت زیادہ ازیں آن است کہ وے گاہے بیمار نہ شدہ است۔ فرمودند اورا نزدیکِ خدائے تعالےٰ ہیچ خیر نیست پس ترک کردند۔

ایک اور عورت کو اس کے باپ سے خطبہ کیا۔ اس نے صفت بیان کی کہ زیادہ اس سے یہ ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی فرمایا خدائے تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پس ترک فرما دیا۔

و بود مہرِ ازواجِ مطہرات پانصد درہم و ایں قول اصح اقوال است۔ مگر صفیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و امِ حبیبہؓ چنانچہ گذشت۔

ازواجِ مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ یہ قول سب سے صحیح ہے۔ مگر حضرت صفیہؓ و امِ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہن کہ اُن کے مہر کا ذکر سابق لکھا جا چکا ہے۔

---

[1] مواہب میں اس کا نام اسماء بنت ابی الجون الکندیۃ الجونیہ لکھا ہے۔

[2] یہ کلمہ غلط فہمی کی بنا پر سرزد ہوا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ استعاذہ کے پیشِ نظر اسے آزاد کر دیا بعض روایات میں اس کا نام عمرہ بنتِ یزید کلابیہ ہے۔ (مترجم)

[3] یہ کلمہ بھی کم علمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت سے مستفید نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوا۔ جس پر آنجناب نے اظہارِ ناپسندیدگی فرماتے ہوئے فارغ کر دیا۔ ۱۲

بیانِ معجزاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

واز جملہ معجزاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قرآن است واو بزرگ ترین معجزہا است۔ ہیچ بشرے مثلِ یک سورہ ازاں نتواند آورد و خبرداد از اخبارِ گزشتہ وآیندہ مطابقِ واقعہ۔

منجملہ معجزاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بزرگ ترین معجزہ قرآنِ پاک ہے۔ کوئی بشر ایک سورۃ قرآنی کی مثل نہیں لا سکتا۔ اخبارِ گزشتہ وآئندہ کے واقعہ کی خبر دی۔

وازاں جملہ شقِّ صدر است کہ در زمانِ خردسالی سینۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم را شگافتند و باایمان وعلم پُر ساختند۔

من جملہ ان کے شقِّ صدر ہے کہ زمانہ خورد سالی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سینۂ مبارک کو شگاف کر کے علم و ایمان سے بھر دیا۔

ازاں جملہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خبر دادند قوم را بقصۂ اسراء ورفتن بہ بیت المقدس پس کفّار تکذیب کردند وبعض علاماتِ بیت المقدس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آنہا را بتامّل فرمودہ بودند پرسیدند پس خدائے تعالیٰ بیت المقدس را برآں حضرت منکشف ساخت تا ہرچہ آں قوم مے پرسیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بواقعی بیان مے فرمودند۔

منجملہ ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قوم کو قصۂ اسراء اور بیت المقدس میں جانے کی خبر دی جس پر کفّار نے تکذیب کی اور بعض علامات بیت المقدس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تامّل سے فرمائی تھیں پوچھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر بیت المقدس کو منکشف فرما دیا تاکہ قوم جو کچھ سوال کرتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حقیقت بیان فرماتے۔

ازاں جملہ شگافتہ شدنِ ماہ است۔

منجملہ ان کے چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے۔

وازاں جملہ آن است کہ قریش بایک دیگر عہد بستند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم را بکشند۔ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم برآمدند ایں جماعت نظر بر زمین افگندند واذقانِ ایشاں بر سینہ ہائے ایشاں افتاد پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیش آمدند و بر سرِ ایشاں استادند و یک مشتِ خاک گرفتند و فرمودند کہ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ و در روئے ایشاں انداختند۔ پس نرسید ازاں سنگ ریزہ بایکے از ایشاں مگر کہ کشتہ شد روزِ بدر۔

منجملہ ان کے یہ ہے کہ قریش نے باہمی عہد باندھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قتل کر دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باہر نکلے۔ ان لوگوں کی نظریں زمین پر پڑیں اور ان کی ٹھوڑیاں سینوں پر پڑیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سامنے آکر اُن کے سروں پر کھڑے ہوئے اور ایک مٹھی بھر خاک لے کر فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ چہرے خراب ہوں اور ان کے چہروں پر ڈال دی۔ جس پر اس خاک کا کوئی ذرّہ پڑا وہ بدر کے دن مقتول ہوا۔

ازآں جملہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم روزِ حنین انداختند یک مشتِ خاک در روئے دشمناں پس خدائے تعالیٰ آں جماعت را ہزیمت داد۔

منجملہ اُن کے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یومِ حنین دشمنوں کے منہ پر ایک مشتِ خاک ڈالی۔ خدائے تعالیٰ نے اس جماعت کو شکست دی۔

وازآں جملہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم در غار

من جملہ ان کے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم غار میں

احدًا من خلق الله غرضًا فيجعلك الله غرضًا لشرر جهنم يوم القيامة۔

ایسا نہ ہو کہ خدا تجھے جہنّم کی چنگاریوں کا نشانہ قیامت کے دن بنا دے۔

٢٥۔ یا اباهريرة اذا ذكرت جهنم فاستجر بالله منها وليبك قلبك منها ونفسك ويقشعر جلدك منها يجيرك الله منها۔

اے ابُوہریرہ جب تجھے جہنّم یاد آئے تو اس سے اللہ کی پناہ لے اور چاہیئے کہ اس کی وجہ سے تیرا دل روئے اور چمڑے پر بال کھڑے ہو جائیں خُدا تجھے اس سے بچائے گا۔

٢٦۔ یا اباهريرة اذا اشتقت الى الجنة فاسئل الله ان يجعل لك فيها نصيبا ومقيلا وليحن قلبك شوقا اليها وتدمع عيناك وانت مؤمن بها اذن يعطيكها الله تعالىٰ ولا يروك۔

اے ابُوہریرہ جب تجھے جنّت کا شوق ہو تو خدا سے سوال کر کہ اس میں تیرا حصّہ کرے اور تیری رہائش گاہ بنا دے اور چاہیئے کہ تیرا دل اس کے شوق سے گریہ کرے اور آنکھیں آنسُو بہائیں۔ اور تجھے اس کے متعلق یقین راسخ ہو۔ ایسے حال میں تجھے خدا تعالےٰ بہشت عطا فرمائے گا اور رد نہ فرمائے گا۔

٢٧۔ یا اباهريرة ان شئت ان لا تفارقني يوم القيامة حتى تدخل معي الجنة احببني حبا لا تنساني واعلم انك ان احببتني لا تترك ثلاثة قلت فوصل الى منها وارض بقسم الله فانه من خرج من الدنيا وهو راض بقسم الله خرج والله عنه راضٍ ومن رضى الله عنه فمصيره الى الجنة۔

اے ابُوہریرہ اگر تُو چاہے کہ بروزِ قیامت مجھ سے جُدا نہ ہو تو مجھ سے ایسی محبّت رکھ کہ مجھے ہرگز نہ بھُولے اور جان لے کہ اگر تُو مجھے دوست رکھتا ہے تو تین باتیں ہرگز نہ چھوڑے گا (میں کہتا ہوں کہ ان تین میں سے مجھے یہ ایک بطور روایت پہنچی ہے) کہ خدا کی تقسیم پر راضی رہ۔ کیونکہ جو دُنیا سے اس حال میں نکلا کہ قسمتِ خداوندی پر راضی ہے تو خُدا اس سے راضی ہوگا اور جس پر خُدا راضی ہو اُس کا ٹھکانا جنّت ہے۔

٢٨۔ یا اباهريرة مر بالمعروف وانه عن المنكر قال كيف امر بالمعروف وانهى عن المنكر قال علم الناس الخير ولقنهم اياه واذا رايت من يعمل بمعاصي الله تعالىٰ لا تخافن سوطه وسيفه فلا يحل لك ان تجاوزه حتى تقول له اتق الله۔

اے ابُوہریرہ اچھّائی کا امر کر اور برائی سے روک۔ عرض کی کہ کس طرح؟ فرمایا لوگوں کو اچھّائی سکھا اور جب ایسے شخص کو دیکھے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور تجھے اُس کے چابک اور تلوار سے خوف بھی نہ ہو تو اس سے گزر جانا تیرے لیے حلال نہیں جب تک کہ اُسے یہ نہ کہے کہ خُدا سے ڈر۔

٢٩۔ یا اباهريرة تعلم القرآن وعلمه الناس حتى يجيئك الموت وانت كذلك وان كنت كذلك جاءت الملائكة الى قبرك وصلوا عليك واستغفروا لك الى يوم القيامة كما تحج المؤمنون الى بيت الله عزوجل۔ برادر ازیں جا بودن مزارہا اہل اللہ مرجع خلائق در یاب زنہار

اے ابُوہریرہ! قرآن پڑھ اور پڑھا حتیٰ کہ تجھے موت آ جائے۔ اگر تو ایسا ہو گا تو فرشتے تیری قبر پر آکر رحمت کی دُعا کریں گے اور تیرے لئے بخشش چاہیں گے تا روزِ قیامت جیسا کہ مومن حج بیت اللہ کرتے ہیں (اے بھائی اس جگہ سے مزارات اولیائے کرام کا مرجع خلائق ہونا معلوم کر لے اور خبردار ان کو بُتوں پر مت قیاس کرنا)

احادیثِ مُبارکہ از جلدِ چہارم فتوحاتِ مکیہ للشیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ

احادیث مروی حضرت ابُوھریرہ رضی اللہ عنہ

۱۔ قَالَ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لابی هريرة يا اباهريرة اذا توضأت فقل بسم الله والحمد للهِ فان حفظتك لاتزال تكتب لك حتّٰى تفرغ من ذٰلك الوضوء۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَے ابُوہریرہ جب تُو وضو کرے تو بسم اللہ والحمد للہ پڑھ کیونکہ تیرے محافظین ملائکہ تیرے اِس وضو سے فارغ ہونے تک تیرا ثواب لکھتے رہیں گے۔

۲۔ يا اباهريرة انا اكلت طعامًا دسمًا فقل بسم الله والحمد لله فان حفظتك لاتستريح تكتب لك حسنات حتّٰى تنبذه عنك۔

اَے ابُوہریرۃ جب تُو طعامِ چرب کھائے تو پڑھ بسم اللہ والحمد للہ کیونکہ تیرے محافظین فرشتے اُس وقت تک ثواب لِکھنے سے آرام نہ کریں گے جب تک تُو اُسے باہر نہ پھینکے۔

يا اباهريرة ان غشيت اهلك او ما ملكت يمينك فقل بسم اللهِ والحمد للهِ فان حفظتك تكتب لك حسنات حتى تغتسل من الجنابة فاذا اغتسلت من الجنابة غفرلك ذنوبك يا اباهريرة فان كان لك ولد من تلك الوقعة كتب لك حسنات بعدد نفس ذٰلك الولد وعقبه حتى لايبقى منه شيئ يعني بسم الله والحمد لله۔ بگو قبل از وضو و خوردن طعام و جماع تا ملائکہ نویسندگان در نوشتن حسنات و نیکی ہا برائے تو مشغول مانند تا وقتیکہ فارغ شوی از وضو و قضاء حاجت و غسل از جنابت و بعد از غسل مغفور شدی و نوشتہ خواہند

اَے ابُوہریرہ جب تُو اپنی بیوی سے صُحبت کرے تو بسم اللہ والحمد للہ پڑھ کیونکہ تیرے محافظین فرشتے تیری نیکیاں لکھیں گے یہاں تک کہ غسلِ جنابت کرلے اور جب تو غسل کرے گا تو تیرے گناہ بخشے جاویں گے۔ اے ابُوہریرہ اگر اس صحبت سے تیری اولاد ہوئی تو ان کے سانس کے برابر تیری نیکیاں لکھی جاویں گی اور پھر اِسی طرح اولاد کی اولاد کے سانس کے برابر علیٰ ہٰذا القیاس آخر تک۔

لہ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آئندہ روایات جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں فتوحاتِ مکیّہ جلد چہارم سے نقل فرمائی ہیں اور ان روایات کا مضمون اگرچہ کتابوں میں جمع شدہ حدیثوں سے کسی حد تک موافقت رکھتا ہے لیکن بعینہٖ اس قسم کے الفاظ ت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوتے اور عُلماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عوام کو جو چیز بذریعہ خواب دکھائی دیتی ہے اولیائے کرام کو بوجہ رامت بیداری میں نظر آسکتی ہے جسے صُوفیاء کرام کشف کہتے ہیں۔ مزید تفصیل تصوّف کی مُستند کتابوں میں مُلاحظہ ہو۔ مترجم

قبری ولکن علیھن حج بیت اللہ الحرام اذا کان معھن محرم ألا فلا قلت یارسول اللہ وان کانت امرءۃ مثل الحشفۃ قال وان کانت امرءۃ مثل الحشفۃ۔

کی زیارت نہیں۔ ہاں حج بیتُ اللہ اُن پر فرض ہے جب کہ اُن کے ساتھ محرم ہو۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ عرض کی یارسُول اللہ اگرچہ عورت بالکل خشک کھیتی کی طرح (بُوڑھی بے کار) بھی ہو۔ الحشفہ کھیتی کے کٹنے کے بعد خشک دھاتے (منجد) فرمایا اگرچہ ایسی بھی ہو۔

۶۹۔ یا اباھریرۃ ان استطعت ان لا یکون لاحد من الظلمین علیك ید ولسان فانی احب لك ذٰلك۔

اَے ابُوہریرہ اگر تجھ سے ہو سکے تو کسی ایک ظالم کا ہاتھ اور زبان تجھ پر نہ ہو۔ کیونکہ مجھے تیرے لِیے یہی پسند ہے۔

۷۰۔ یا اباھریرۃ لا یکن امیر من امرائك ان لا امیر یعدل مثل ما تعدل انت فان عدلت انت وجار ھو کنت انت شریکہ فی الاثم ولم تکن شریکہ فی الاجر۔

اَے ابُوہریرہ تیرے ماتحت اُمرا میں سے کوئی ایسا نہ ہو جو کہ تیری طرح عدل نہ کرے۔ کیونکہ اگر تُو نے عدل کیا اور اُس نے ظلم کیا تو تُو گناہ میں اُس کا شریک ہوگا اور اُس کے ثواب میں شریک نہ ہوگا۔

۷۱۔ یا اباھریرۃ ان کان لك مال وجبت علیہ زکوٰۃ فزکہ فان اصابتہ افۃ وقد زکیتہ مرۃ واحدۃ فھی مجزئۃ الی یوم القیامۃ۔

اَے ابُوہریرہ اگر تیرا مال ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کر اگر اس پر کوئی آفت پہنچ گئی اور تُو ایک دفعہ زکوٰۃ دے چکا تو قیامت تک تیرے لِیے ثواب کا باعث ہوگا۔

۷۲۔ یا اباھریرۃ اذا لقیت الیھودی والنصرانی فلا تصافحہ وانت علی وضوءٍ فان فعلت فاعد الوضوءِ۔

اَے ابُوہریرہ جب تُو یہُودی اور نصرانی سے مِلے اور باوُضو ہو تو ہاتھ نہ مِلا۔ اگر ایسا کیا تو پھر وضُو دوبارہ کر۔

۷۳۔ یا اباھریرۃ لا تکن الیھودی والنصرانی والمجوسی ولکن سمہ باسمہ فانك واللہ تذلہ بذلك ولا یحل لك ان تکرمہ انما ھم من العھد والذمۃ ان لا یؤخذ اموالھم الا بطیب انفسھم ولا تدخل بیوتھم الا باذنھم ولا تخل بینھم وبین اطفالھم ولا یخانون فی

اَے ابُوہریرہ یہُودی، نصرانی اور مجوسی کو کُنیت سے مت بُلا بلکہ اُس کا نام لے کر بُلا کیونکہ خُدا کی قسم اِس طریقہ سے تُو اُسے ذلیل کرے گا اور تیرے لِیے اس کی عزت کرنا درُست نہیں۔ ان کے عہد اور ذمہ کی وجہ سے تم پر یہی لازم ہے کہ ان کے مال بغیر ان کی خوشی کے نہ لیے جائیں اور اُن کی اجازت کے بغیر ان کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ اور اُن کے اور اُن کے بچّوں کے درمیان

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ)

... زیارتوں پر جانے کو ضروری سمجھتی ہیں دونوں کے لِیے اِن روایات میں ایک سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو فریق کو عمل کی توفیق بخشے ... ن ... تو شرک وکفر اور گمراہی کی جگہ پر دلالت کرنا یا ایسے کاموں کی مرد یا عورت کو ترغیب دینا جو اِن باتوں کا سبب ہوں یقیناً سنگین جُرم ہے جیساکہ اِس سے پہلی روایت سے واضح ہے۔

۳۶۔ یا ابا ھریرۃ لا تحقرن من المعروف شیئا تعطیه ان تفرغ من دلوك فی اناء المستسقی فانه من خصال البر والبر کله عظیمه وصغیره ثوابه الجنة۔

اے ابوہریرہ اچھی چیز جو بھی کرتا ہے اسے حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے ڈول سے پانی لینے والے کے برتن میں کچھ پانی بھی ڈال دے کیونکہ یہ اچھے کاموں سے ہے اور اچھائی ہر ایک بڑی ہے اور چھوٹی اچھائی کا ثواب بہشت ہے۔

۳۷۔ یا ابا ھریرۃ اوامر اھلك بالصلوٰۃ فان اللہ یاتیك بالرزق من حیث لا تحتسب ولا یکن للشیطان فی بیتك مدخل ولا مسلك۔

اے ابوہریرہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر تجھے بے گمان روزی ملے گی اور تیرے گھر میں شیطان کو راہ نہ ہوگی۔

۳۸۔ یا ابا ھریرۃ اذا عطس اخوك المسلم فشمته فانه یکتب لك به عشرین حسنة فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بابی انت وامی کیف ذاك قال انك حین تقول له یرحمك اللہ یکتب لك عشر حسنات وحین یقول لك یھدیك یکتب لك عشر حسنات۔

اے ابوہریرہ جب تیرے مسلمان بھائی کو چھینک آئے تو اُسے جواب دے کیونکہ تیرے لیے بیس نیکیاں لکھی جائیں گی یہ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیسے؟ فرمایا کہ جب تو اس کو یرحمك اللہ کہتا ہے تو دس نیکیاں تیرے لیے لکھی جاتی ہیں۔ اور جب وہ تجھے یھدیك کہتا ہے تو دس اور لکھی جاتی ہیں۔

۳۹۔ یا ابا ھریرۃ کن مستغفرا للمسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات یکونوا لھم شفعاء لك ویکن لك مثل اجورھم من غیر ان ینقص من اجورھم شئ۔

اے ابوہریرہ مسلمان مردوں اور عورتوں، مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے لیے خدا سے بخشش طلب کر وہ سب تیرے سفارشی ہوں گے۔ اور تیرے لیے ان کے نیک اعمال کے برابر ہوں گے بغیر اس کے کہ ان کے اعمال سے کمی کی جاوے۔

۴۰۔ یا ابا ھریرۃ ان کنت ترید ان تکون عند اللہ صدیقا فامن بجمیع رسل اللہ وانبیاء اللہ وکتبه۔

اے ابوہریرہ اگر تو چاہتا ہے کہ خدا کے نزدیک صدیق لکھا جاوے تو خدا کے سب رُسل اور انبیاء اور کتابوں پر ایمان لے آ۔

۴۱۔ یا ابا ھریرۃ ان کنت ترید ان تحرم علی النار جسدك فقل اذا اصبحت واذا امسیت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اے ابوہریرہ اگر تو چاہتا ہے کہ آتشِ دوزخ کو اپنے اُوپر حرام کرے تو صبح و شام یہ کلام پڑھ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

۴۲۔ یا ابا ھریرۃ لا یحل لك ان تدخل علی من ھو فی سکرات الموت ولو کان نبیا حتی تلقنه شھادۃ ان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اے ابوہریرہ تیرے لیے ایسے شخص پر داخل ہونا جو سکرات موت میں ہو حلال نہیں تاوقتیکہ اُسے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین نہ کرے۔ اگرچہ وہ نبی بھی ہو۔

۴۳۔ یا ابا ھریرۃ من لقن مریضا فی سکرات الموت

اے ابوہریرہ جو آدمی مریض کو سکرات موت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

۱۲۸۔ یاعلی اذا رأیت الهلال فی اول الشهر فقل الله اکبر ثلاثا والحمد لله الذی خلقنی وخلقك وقدرك منازل وجعلك ایة للعلمین یباهی الله بك الملائكة یقول یا ملائكتی اشهدوا وانی قد اعتقت هذا العبد من النار۔

اے علی جب تُو اوّل ماہ کا چاند دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ پڑھ الحمد للہ الذی تا آیۃ للعلمین (اُس خدا کی تعریف ہے جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا اور تیری منزلیں مقرر فرمائیں اور تجھے جہان والوں کے لیے نشانی بنایا (تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا اے فرشتو! گواہ رہو میں نے اِس بندے کو دوزخ کی آگ سے آزاد کیا)

۱۲۹۔ یاعلی اذا نظرت فی المرٔة فقل اللّٰھم کما احسنت خلقی فحسن خلقی وارزقنی۔

اے علی جب تُو شیشے میں نظر کرے تو یہ دُعا پڑھ اللّٰھم کما احسنت تا وارزقنی (اے اللہ جس طرح تو نے میری صورت کو اچھا کیا میری سیرت کو بھی اچھا فرما اور مجھے رزق نصیب فرما۔

۱۳۰۔ یاعلی واذا رأیت اسدا واشتد بك الامر فكبر ثلاثا وقل الله اکبر واجل واعز مما اخاف واحذر اللّٰھم انی ادرئبك فی نحره واعوذبك من شره فانك تكفی باذن الله واذا رأیت كلبا یهر فقل یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن۔

اے علی جب تُو شیر کو دیکھے اور تیرے لیے معاملہ مشکل ہو جائے تو تین دفعہ تکبیر کہہ کر پھر یہ پڑھ اللہ اکبر تا من شره (اللہ بڑا بزرگ غالب ہے ہر اُس چیز سے جس سے مَیں خوف اور پرہیز کرتا ہُوں۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ اس کی مدافعت کرتا ہُوں اور اس کے شر سے تیرے ساتھ پناہ چاہتا ہُوں) پس تو کفایت کیا جائے گا۔ اور اگر کُتّے کو بدآواز کرتے دیکھے تو یہ آیت پڑھ یا معشر الجن والانس تا بسلطٰن)۔

۱۳۱۔ یاعلی اذا خرجت من منزلك ترید حاجة فاقرء ایة الكرسی فان حاجتك تقضی انشاء الله تعالی۔

اے علی جب تُو اپنے گھر سے کسی کام کے لیے نکلے تو آیۃ الکرسی پڑھ۔ کیونکہ تیری حاجت پُوری ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۳۲۔ یاعلی واذا توضأت فقل بسم الله والصلوٰة علی رسول الله۔

اے علی جب تُو وضو کرے تو بسم اللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ پڑھا کر۔

۱۳۳۔ یاعلی صل من اللیل ولو قدر حلب شاة وادع الله سبحانه بالاسحار لا ترد دعوتك فان الله سبحانه یقول والمستغفرین بالاسحار۔

اے علی رات میں نماز پڑھ اگرچہ بکری کے دوہنے کے قدر بھی ہو اور سحر کے وقت خدا سے دعا مانگ کیونکہ حق تعالیٰ نیک لوگوں کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ وہ سحر کے وقت خدا سے بخشش چاہنے والے ہیں۔

۱۳۴۔ یاعلی غسل الموتی فانه من غسل میتا غفرله سبعون مغفرة لو قسمت مغفرة منها علی جمیع الخلق لوسعتهم فقلت یارسول الله

اے علی میّت کو غسل دے کیونکہ جو شخص میّت کو غسل دیتا ہے اُس کے لیے ستّر بخشش کی جاتی ہے۔ اگر ایک بخشش جمیع مخلوق پر تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو۔ عرض کی یارسول اللہ

فان رفع الی السلطان فایاك ان تباشر له
بنفسك ومالك فانه من حالت شفاعته
دون حد من حدود الله فهو كذا وكذا۔

۱۰۴۔ علیك یا اباهریرة بطریق اقوام اذا فزع الناس
لم یفزعوا اذا طلب الناس الامان من النار
لم یخافوا قال ابوهریرة من هم یا رسول الله
صلّی الله علیه وسلّم حلّهم وصفهم لی حتی
اعرفهم قال قوم من امتی فی اخر الزمان
یحشرون یوم القیامة محشر الانبیاء اذا نظر
الیهم الناس ظنوهم انبیاء مما یرون من
حالهم حتی اعرفهم انا فاقول امّتی امّتی
فتعرف الخلائق انهم لیسوا بانبیاء فیمرون
مثل البرق والریح تغشی ابصار اهل الجمع
من انوارهم فقلت یارسول الله مر لی
بمثل عملهم لعلی الحق بهم فقال یا ابوهریرة
رکب القوم طریقا صعبا الحقوا بدرجة الانبیاء
اثروا الجوع بعد ما اشبعهم الله والعری بعد
ماکساهم والعطش بعد ما اروا هم ترکوا
ذلك رجاء ما عند الله ترکوا الحلال مخافة
حسابهم صحبوا الدنیا بابدانهم ولم
یشتغلوا بشئ منها عجبت الانبیاء والملائکة
من طاعتهم لربهم طوبی لهم طوبی لهم
وددت ان الله جمع بینی وبینهم ثم بك
رسول الله صلّی الله علیه وسلّم شوقا الیهم
ثم قال اذا اراد الله باهل الارض عذابا
فنظر الیهم صرف العذاب عنهم فعلیك
یا اباهریرة بطریقهم فمن خالف طریقهم
تعب فی شدة الحساب۔

اُس کا معاملہ اُٹھایا جائے۔ پس اگر حاکم تک معاملہ پہنچ گیا تو خبردار پھر جانی اور مالی طور پر اس کے لیے کچھ نہ کرنا کیونکہ جس کی سفارش حُدودِ الٰہیہ میں حائل ہوئی وُہ ایسا ویسا ہے (یعنی گنہ گار ہے)

اے ابُوہریرہ اُن لوگوں کی راہ لازم پکڑ کہ جب لوگ گھبرائیں گے تو وُہ نہیں گھبرائیں گے اور جب لوگ آتشِ دوزخ سے پناہ مانگ رہے ہوں گے تو وُہ نہ ڈریں گے۔ ابُوہریرہ نے عرض کی یارسُول اللہ اُن کی صفت اور تعریف فرمائیے تاکہ مَیں اُنہیں جان لوں۔ فرمایا میری اُمّت کا ایک گروہ ہوگا آخر زمانے میں جو انبیاء علیہم السّلام کی طرح حشر کیے جائیں گے۔ جب لوگ اُن کی طرف نظر کریں گے تو اُنہیں انبیاء خیال کریں گے اُن کی عمدہ حالت دیکھ کر حتیٰ کہ مَیں اُنہیں پہچانوں گا اور کہوں گا یہ تو میری اُمّت ہیں پس لوگ جان لیں گے کہ یہ انبیاء نہیں پھر وُہ بجلی اور تیز ہوا کی طرح گزریں گے جن کے انوار کی وجہ سے لوگوں کی آنکھیں ماند پڑ جائیں گی۔ مَیں نے عرض کی یارسُول اللہ! مجھے بھی ان کے اعمال کی طرح حکم فرمائیے۔ شاید اُن کے ساتھ لاحق ہو جاؤں۔ فرمایا اے ابُوہریرہ! وُہ لوگ دُشوار راستہ پر چلے اور انبیاء علیہم السّلام سے جا ملے۔ باوجودیکہ خُدا نے اُنہیں سب کچھ کھانے کو دیا مگر وُہ بھُوکے رہے، پہننے کو دیا مگر ننگے رہے (قدرِ ضروری پہنا) پینے کو دیا مگر پیاس کو ترجیح دی۔ اور یہ سب کچھ اِس لیے چھوڑا کہ خُدا کے ہاں جزا ملے گی حلال کو بوجہ خوفِ حساب کے ترک کر دیا۔ دُنیا میں بظاہر ملے رہے، لیکن دل کو کسی شے کے ساتھ شاغل نہ کیا۔ فرشتے اور انبیاء ان کی اطاعت پر تعجب کریں گے۔ ان کے لیے خوش خبری ہے۔ مجھے آرزو ہے خدا مجھے اور اُن کو اکٹھا کرے۔ پھر حضورؐ اُن کے شوق میں روئے۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اہلِ دُنیا پر عذاب کا ارادہ فرماتا ہے تو اِن کی وجہ سے دفع کر دیتا ہے۔ اے ابُوہریرہ ان کا طریقہ لازم پکڑ۔ جس نے ان کے راستہ کی مخالفت کی سخت حساب میں تکلیف اُٹھائے گا۔

طرف محبوب فرما۔ اور اس کے نیک بندوں کو ہمارے لیے محبوب بنا۔

۱۴۲۔ یا علی اذا نزلت منزلا فقل اللّٰھم انزلنا منزلاً مبارکاً وانت خیرُ المنزلین ترزق خیرہ و یدفع عنك شرہ۔

اے علی جب تو کسی مقام میں اُترے تو دُعا مانگ۔ کہ اے خدا ہمیں اچھا اُتارنا اُتار اور تو بہتر اُتارنے والوں کا ہے۔ تو اس مقام کی بہتری عطا کیا جائے گا اور اس کا شر تجھ سے دفع کیا جائے گا۔

۱۴۳۔ یا علی ایاك والمرائی فانه لاتعقل حکمته ولا تؤمن فتنته۔

اے علی ریاکار آدمی سے بچ کیونکہ اس کی تدبیر غیر معقول ہوتی ہے اور اس کے فتنے سے امن نہیں ہوتا۔

۱۴۴۔ یا علی ایاك والدخول الی الحمام بلا میزر فانه ملعون الناظر والمنظور الیه۔

اے علی خبردار حمام میں بغیر پردے کے داخل مت ہونا کیونکہ شرمگاہ کے دیکھنے اور دکھانے والا دونوں ملعون ہیں۔

۱۴۵۔ یا علی لاتختم بالسبابة والوسطی فانه من فعل قوم لوط۔

اے علی انگشتِ شہادت اور درمیانی اُنگلی میں انگشتری نہ پہن۔ کیونکہ یہ قومِ لوط علیہ السّلام کا فعل ہے۔

۱۴۶۔ یا علی لاتلبس العصفر ولاتبت فی ملحفة[1] حمراء فانها محتضرة الشیطان۔

اے علی عصفر (زمین میں ایک زرد رنگ کی گھاس ہوتی ہے) کے رنگے ہوئے کپڑے کو مت پہن اور نہ رات کو سُرخ لحاف اوڑھ کیونکہ یہ شیطان کے حاضر ہونے کی چیزیں ہیں۔

۱۴۷۔ یا علی لاتقرأ وانت راکع ولا ساجد۔

اے علی رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن مت پڑھ۔

۱۴۸۔ یا علی ایاك والمجادلة فانه تحبط الاعمال۔

اے علی جھگڑے بازی سے بچ کیونکہ یہ اعمال کو ضائع کرتا ہے۔

۱۴۹۔ یا علی لاتنهر السائل ولو جاء علی فرس واعطه فان الصدقة تقع بید الله قبل ان تقع بین السائل۔

اے علی سائل کو مت جھڑک اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر بھی آئے۔ اور اسے خیرات دے۔ کیونکہ صدقہ فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں واقع ہوتا ہے۔

۱۵۰۔ یا علی باکر بالصدقة فان البلاء لایتخطی الصدقة۔

اے علی صبح سویرے صدقہ کیا کر کیونکہ مصیبت صدقہ سے تجاوز نہیں کر سکتی۔

۱۵۱۔ یا علی علیك بحسن الخلق فانك تدرك بذالك درجة الصائم القائم۔

اے علی لازم کر حسنِ خلق کو کیونکہ اس سے تجھے روزے دار نمازی کا ثواب ملے گا۔

۱۵۲۔ یا علی ایاك والغضب فان الشیطان اقدر ما یکون علی ابن آدم اذا غضب۔

اے علی غصّہ سے بچ کیونکہ شیطان کو غصّہ کی حالت میں انسان پر سب سے زیادہ قابو ہوتا ہے

۱۵۳۔ یا علی ایاك والمزاح فانه یذهب ببهاء ابن آدم ونشاطه۔

اے علی بے ہودہ مسخری کرنے سے بچ کیونکہ یہ آدمی کی وجاہت اور دل کی فراخی کو ضائع کرتی ہے۔

---

[1] شاید اس سے مُراد زعفران کا رنگا ہوا کپڑا یا ریشمی لحاف ہو۔

مایقول من غسل میتاً فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول غفرانك یا رحمٰن حتے تفرغ من الغسل۔

غسل دینے والا کیا کہے فرمایا کہ غفرانك یا رحمٰن پڑھے (تیری بخشش چاہتا ہوں اے مہربان) یہاں تک کہ غسل سے فارغ ہو جاتے۔

۱۳۵۔ یا علی لاتخرج فی سفر وحدك فان الشیطان مع الواحد وھو مع الاثنین ابعد۔

اے علی سفر میں اکیلا مت نکل کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہو جاتا ہے اور دو سے بہت دُور ہوتا ہے۔

۱۳۶۔ یا علی ان الرجل اذا سافر وحدہ غاوٍ والاثنان غاویان والثلاثۃ نفر۔

اے علی انسان جب اکیلا سفر کرتا ہے تو وہ ایک بھٹکنے والا ہے اگر دو ہیں تو وُہ اسی طرح اور تین پُوری جماعت ہیں۔

۱۳۷۔ یا علی اذا سافرت فلاتنزل الاودیۃ فانہا ماوی السباع والحیات۔

اے علی جب تُو سفر کرے تو وادیوں میں نہ اُترنا۔ کیونکہ وُہ درندوں اور سانپوں کی جگہ ہیں۔

۱۳۸۔ یا علی لاتردف ثلاثۃ علی دابۃ فان احدھم ملعون وھو المقدم۔

اے علی تین آدمیوں کو ایک ساتھ سواری پر سوار مت کر۔ کیونکہ ان میں سے ایک ملعُون ہے اور وُہ سب سے اگلا۔

۱۳۹۔ یا علی اذا ولد لك مولود غلام او جاریۃ فاذن فی اذنہ الیمنی واقم فی اذنہ الیسری فانہ لایضرہ الشیطان۔

اے علی جب تیرا لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہہ کہ اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچائے گا۔

۱۴۰۔ یا علی لاتأت اھلك لیلۃ الھلال ولیلۃ النصف فانہ یتخوف علی ولدك الخبل قال علی ولم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لان الجن یکثرون غشیان نسائھم لیلۃ النصف ولیلۃ الھلال اما رأیت المجنون یسری لیلۃ النصف ولیلۃ الھلال۔

اے علی چاند کی پہلی اور درمیانی رات اپنے اہل کے قریب مت جا کیونکہ اس سے مولود پر جنون کا خطرہ ہے۔ عرض کی کیا وجہ ہے فرمایا کیونکہ اِن راتوں میں جنّات عموماً اپنی عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اِن راتوں میں مجنون آدمی کو قدرے تخفیف ہو جاتی ہے۔

۱۴۱۔ یا علی اذا انزلت بك شدۃ فقل اللّٰھم انی اسألك بحق محمدٍ واٰلِ محمد علیك ان تنجینی واذا اردت الدخول الی مدینۃ او قریۃ فقل حین تعاینھا اللّٰھم انی اسألك خیر ھذہ المدینۃ وخیر ما کتبت فیھا واعوذ بك من شرھا ومن شر ما کتبت فیھا اللّٰھم ارزقنی خیرھا واعذنی من شرھا وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔

اے علی جب تجھے کوئی سختی درپیش ہو تو پڑھ اللّٰھم انی اسألك بحق محمد وآل محمد ان تنجینی (اے اللہ مجھے بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ نجات عطا فرما) اور جب کسی شہر یا قصبہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اُسے دیکھ کر پڑھ اللّٰھم انی اسألك خیر ھٰذہ المدینۃ تا الینا آخر تک (اے اللہ اس شہر کی بہتری طلب کرتا ہوں اور اس چیز کی بہتری جو تو نے اس میں لکھی ہے اور اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو اس کے اندر لکھی ہے پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے اس کی بہتری نصیب فرما اور اس کے شر سے پناہ دے اور ہمیں اس کے رہنے والوں کی

۱۸۰۔ یاعلی ایاك والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔

اے علی حسد سے بچ کیونکہ یہ نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔

۱۸۱۔ یاعلی ویل لمن یکذب لیضحك الناس ویل له ویل له۔

اے علی ہلاکت ہے اُس کے لیے جو اِس لیے جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے۔ ایسے آدمی کے لیے ہلاکت ہو ہلاکت ہو۔

۱۸۲۔ یاعلی علیك بالسواك فانه مطهرة للفم ومرضاة للرب تعالی ومجلات للاسنان

اے علی مسواک کو لازم کر کیونکہ یہ منہ کے لیے صفائی ہے اور خُدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور دانتوں کو صفا کرنے والی ہے۔

۱۸۳۔ یاعلی علیك بالتخلل فانه لیس شئ ابغض الی الملائکة ان تری فی اسنان العبد طعاما۔

اے علی دانتوں میں خلال کرنے کو لازم کر کیونکہ فرشتوں کو اس سے بڑھ کر کوئی شے ناپسند نہیں کہ انسان کے دانتوں میں طعام کو دیکھیں۔

۱۸۴۔ فقال علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قلت یارسول اللّٰہ اخبرنی عن قوله تعالیٰ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ماھؤلاء الکلمة فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ اھبط آدم بارض الھند وحوا بجدہ والحیة باصفھان وابلیس ببیسان ولم یکن فی الجنة احسن من الحیة والطاؤس وکان للحیة قوائم کقوائم البعیر فلما دخل ابلیس لعنه اللّٰہ جوفھا اغوی آدم علیه الصلوٰة والسلام وخدعه فغضب اللّٰہ تعالیٰ علی الحیة فالقی عنھا قوائمھا وقال جعلت رزقك من التراب وجعلتك تمشین علی بطنك لارحم اللّٰہ من رحمك وغضب اللّٰہ تعالیٰ علی الطاؤس فمسخ رجلیه لانه کان دلیلا لابلیس علی الشجرة۔

پھر حضرت علی نے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے خبر فرمائیے فتلقی آدم من ربه کلمٰت (پس آدم علیہ السّلام نے اپنے رب سے کلمات حاصل کر لیے) یہ کلمات کون سے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو ہند میں اُتارا۔ اور حوّا کو جدّہ میں اور سانپ کو اصفہان میں، ابلیس کو بیسان میں اور مور اور سانپ سے زیادہ خوبصورت کوئی شے جنّت میں نہ تھی اور سانپ کے اُونٹ کی طرح پاؤں تھے پس جب ابلیس اُس کے پیٹ میں داخل ہوا اور حضرت آدم کو بہکایا تو خدا تعالیٰ سانپ پر ناراض ہوا اور اُس کے پاؤں مٹا دیئے اور فرمایا کہ میں نے تیرا رزق مٹی سے بنایا ہے۔ اور تو اپنے پیٹ پر چلتا رہے گا۔ خدا اُس پر رحم نہ کرے جو تجھ پر رحم کرے۔ اور مور پر خدا تعالیٰ ناراض ہوا اور اس کے پاؤں بگاڑ دیئے۔ کیونکہ وہ شیطان کو درخت کی رہنمائی کرتا تھا۔

۱۸۵۔ فمکث آدم علیه السلام بارض الھند مائة سنة لایرفع رأسه الی السماء یبکی علی خطیئته وقد جلس جلسة الحزین فبعث جبرئیل علیه السلام فقال السلام علیك یا آدم اللّٰہ عزوجل یقرءك السلام

پس آدم علیہ السّلام ہند میں ایک سو سال ٹھہرے رہے ایسی حالت میں کہ آسمان کی طرف سر نہیں اُٹھاتے تھے کہ حضرت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اور آپ پر سلام فرما کر خدا کی طرف سے تحفۂ سلام پیش کیا اور عرض کی کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتے ہیں کہ کیا میں نے تجھے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے

الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

الذی تا مسلمین (سب تعریف اس ذات کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

۱۷۱۔ یاعلی اذا شربت ماءً فقل الحمد للّٰہ الذی سقاء ماءً وجعلہ عذباً فراتاً برحمتہٖ و لم یجعلہ ملحاً اجاجاً بذنوبنا تکتب شاکراً۔

اے علی جب تو پانی پیئے تو یہ دُعا مانگ الحمد للّٰہ الذی تا بذنوبنا (سب تعریف اس ذات کے لیے جس نے ہمیں پانی پلایا اور اسے اپنی رحمت سے ٹھنڈا میٹھا بنایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے کڑوا نمکین نہیں بنایا۔

۱۷۲۔ یاعلی ایاك والکذب فان الکذب یسود الوجه ولا یزال الرجل یکذب حتی یسمی عند اللّٰہ کاذباً ویصدق حتی یسمی عند اللّٰہ صادقاً ان الکذب یجانب الایمان۔

اے علی جھوٹ سے پرہیز کر کیونکہ یہ انسان کے منہ کو سیاہ کرتا ہے اور انسان جھوٹ بولتے بولتے اِس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے اور سچ بولتے بولتے اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ خدا کے نزدیک سچّا لکھا جاتا ہے بے شک جھوٹ ایمان سے دُور کرتا ہے۔

۱۷۳۔ یاعلی لا تغتابن احداً فان الغیبة تفطر الصائم والذی یغتاب الناس یاکل لحمه یوم القیامة۔

اے علی کسی کی غیبت مت کر کیونکہ غیبت روزے دار کا روزہ توڑ دیتی ہے[ل] اور جو شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہے قیامت کے دن اپنا گوشت کھاتے گا۔

۱۷۴۔ یاعلی ایاك والنمیمة فلا یدخل الجنّة یعنی النمام۔

اے علی چغلی سے بچ کیونکہ چغل خور بہشت میں داخل نہ ہوگا۔

۱۷۵۔ یاعلی لا تحلف باللّٰہ کاذباً ولا صادقاً۔

اے علی سچی جھُوٹی قسم خدا کے نام کے ساتھ مت اُٹھا۔

۱۷۶۔ یاعلی لا تجعلوا اللّٰہ عرضة لایمانکم وان اللّٰہ لا یرحم ولا یزکی من یحلف باللّٰہ کاذباً۔

اے علی خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ مت بناؤ۔ بے شک خُدا اُس پر رحم نہیں کرتا اور نہ اُسے پاک کرتا ہے جو اُس کے نام کے ساتھ جھُوٹی قسم اُٹھاتا ہے۔

۱۷۷۔ یاعلی املك علیك لسانك وعوده الخیر فان العبد یوم القیامه لیس علیه شئ اشد خیفة من لسانه۔

اے علی اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور اسے خیر کی عادی بنا کیونکہ انسان کے لیے قیامت کے دن زبان سے زیادہ خطرناک شئ اور کوئی نہیں۔

۱۷۸۔ یاعلی ایاك واللجاجة فانها ندامة۔

اے علی جھگڑے بازی سے بچ کیونکہ یہ موجبِ پشیمانی ہے۔

۱۷۹۔ یاعلی ایاك والحرص فان الحرص اخرج اباك من الجنّة۔

اے علی حرص سے بچ کیونکہ اسی نے تیرے باپ ابوالبشر کو بہشت سے نکالا۔

[ل] یعنی غیبت ایسا بُرا کام ہے کہ روزہ کی رُوح ختم ہوجاتی ہے گویا روزہ ٹوٹ گیا اگرچہ بظاہر روزہ کے احکام باقی رہتے ہیں۔ (مترجم)

ويقول لك الم خلقك بيدي وانفخ فيك من روحي الم اسجد اليك ملائكتي الم ازوجك حوا امتي ماهذا البكاء قال يا جبرائيل وما يمنعني من البكاء وقد اخرجت من جوار ربي قال له جبريل عليه السلام يا آدم تكلم بهؤلاء الكلمات فان الله تعالى غافر ذنبك و قابل توبتك قال فما هي قال قل اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَارْحَمْنِيْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ فهؤلاء الكلمات۔

نہیں بنایا اور اپنی رُوح تجھ میں نہیں پھُونکی۔ کیا مَیں نے تجھے مسجودِ ملائکہ نہیں بنایا اور حضرتِ حوّا کو تیری بیوی نہیں بنایا پھر یہ رونا کیسا ہے۔ حضرت آدم نے فرمایا اے جبریل میں کیسے نہ روؤں حالانکہ خدا کی ہمسائیگی سے دُور کیا گیا ہُوں۔ حضرت جبریل نے فرمایا کہ یہ کلمات بول خدا تیری غلطی معاف کرنے والا ہے اور تجھ پر رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا وُہ کلمات کون سے ہیں؟ تب یہ کلمات ارشاد فرمائے جو مذکور ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ تا آخر اے اللہ میں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ سوال کرتا ہُوں۔ تُو پاک ہے تُو ہی عبادت کے لائق ہے میں نے غلطی کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تو معاف فرما تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں تُو ہی سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۱۸۶۔ یا علی وانهاك عن حيات البيوت الا الافطس والابتر فانهما شيطانان۔

اے علی مَیں تجھے گھریلو سانپوں کے مارنے سے منع کرتا ہُوں مگر دو سانپوں سے۔ ایک وہ سانپ جس کے سر پر سفید نشان ہوتا ہے اور دُوسرا وُہ جس کا دُم کٹا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں شیطان ہیں۔

۱۸۷۔ یا علی واذا رأیت حیة فی رحلك فلا تقتلها حتی تحرج علیها ثلاثا فان عادت الرابعة فاقتلها۔

اے علی جب تو سانپ اپنے ڈیرے پر دیکھے تو اس کو مت قتل کر یہاں تک کہ اس پر تین بار یہ ظاہر کر کہ ہم تجھ سے تکلیف میں ہیں پس اگر چوتھی بار پھر آئے تو قتل کردے۔

۱۸۸۔ یا علی واذا رأیت حیة فی الطریق فاقتلها فانی قد اشترطت علی الجنی ان لا یظهروا فی صورة الحیات فی الطریق فمن فعل خلی بنفسه للقتل۔

اے علی جب تجھے راستے میں سانپ نظر آئے تو اُسے مار دے کیونکہ مَیں نے جنّات سے یہ شرط کی ہے کہ راستے میں سانپ بن کر ظاہر نہ ہوں۔ پس جو ایسا کرے اُس نے اپنے آپ کو خود قتل کے لیے پیش کیا۔

۱۸۹۔ یا علی اربع خصال من الشقاء جمود العین وقساوة القلب وبعد الامل وحب الدنیا۔

اے علی چار عادتیں بدبختی سے ہیں آنکھوں کا رونے سے خشک ہونا اور دل کی سختی اور آرزوؤں کا لمبا ہونا اور دُنیا کی محبت۔